قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: أَطْيَبُ رِيحٍ فِي الْأَرْضِ الْهِنْدُ، أُهْبِطَ بِهَا آدَمُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَعَلَقَ شَجَرُهَا مِنْ رِيحِ الْجَنَّةِ المستدرك على الصحيحين للحاكم: 2/592

ہند کا مستقبل
اور
آئندہ کے لئے لائحہ عمل

تقریظ: حضرت مولانا مفتی **محمد یوسف تاؤلوی** دامت برکاتہم

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند خلیفۂ اجل حضرت فقیہ الامت گنگوہیؒ

تقریظ: حضرت اقدس مولانا **عبد القوی صاحب** دامت برکاتہم

ناظمِ اعلیٰ ادارہ اشرف العلوم حیدر آباد

وخلیفۂ اجل سعید الملت عارف باللہ مولانا مفتی سعید احمد صاحب پرنام بٹیؒ

تصنیف

ابوطوبی کونین مولانا محمد سراج الدین مدنی

استاذ: مدرسہ مدینۃ العلوم رام نگرم ر کرناٹک ر ہند

ناشر

مکتبہ محمد بن قاسم ثقفیؒ • مکتبہ صلاح الدین ایوبیؒ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	ہند کا مستقبل اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل
مصنف	:	ابوطوبی کونین مولانا محمد سراج الدین مدنی
استاذ	:	مدرسہ مدینۃ العلوم رام نگرم/کرناٹک/ ہند
تعداد	:	1000
تاریخ اشاعت	:	جنوری/ ۲۰۲۳
ناشر	:	مکتبہ محمد بن قاسم ثقفی شہیدؒ مکتبہ صلاح الدین ایوبیؒ

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر
	انتساب	1
	تقریظ (حضرت اقدس مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلوی دامت برکاتہم)	2
	تقریظ (حضرت اقدس مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتھم)	3
	عرضِ مصنف (ابوطوبیٰ کونین محمد سراج الدین مدنی)	4
	اقوام وملل کی تاریخ ہم کو کیا بتاتی ہے	5
	قومیں اقتدار کے نشہ میں سرکش اور باغی ہوجاتی ہیں	6
	کفار مسلمانوں سے کیا چاہتے ہیں؟	7
	مسلمانوں کی تہذیبی وسیاسی پسماندگی میں کفار کے سازشوں کا دخل	8
	سازش کی بنیاد پر کوئی جماعت یا قوم اسلام یا اہلِ اسلام کو دبا یا مٹا نہیں سکتی	9
	موجودہ دور میں مسلمان کیوں کفار کے سازش کا شکار ہوئے	10
	سازش کی حقیقت	11
	مدینہ کے یہودی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کے بعد تنگدست کیوں ہو گئے	12
	ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے	13
	انسان کو خود احتسابی کرنا چاہیئے	14
	قرآن کریم میں کفار کے سازشوں کا مقابلہ کرنے کا نسخہ کیمیا موجود ہے	15

16	صبر اور تقویٰ کا مفہوم کیا ہے؟	
17	فسطائی قوتیں اپنے ان اہداف کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہیں	
18	ہمارا منصوبہ کیا ہونا چاہیے	
19	ہمارا ایمان ہی ہمارے لئے سب سے بڑا قلعہ ہے	
20	کفار کی سازشیں فیل ہونے کی اسباب کیا ہیں	
21	خدا کے آگے جھک جانے سے نئ قوت پیدا ہوتی ہے	
22	آج کا سب سے بڑا سوال اکثریت واقلیت کا ہے	
23	ہر زمانہ میں ایمان والوں کو آزمایا گیا	
24	فرقہ پرست طاقتیں اپنی بالادستی قائم کرنے کے لئے مکمل کوشش میں لگے ہوئے ہیں	
25	زندہ قوموں کی موت ذہنی وفکری تعطل سے ہوتی ہے	
26	مستقبل کے لائحہ عمل کے بنیادی نکات	
27	اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا	
28	امن پسند لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا	
29	مذہبی منافرت کو ختم کرنا	
30	اقتدار بچانے کے لئے نفرت کی دکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی چلی ہے	
31	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی اسلام سے ناواقف نہیں رہنا چاہیئے (واقعہ)	
32	اسلام کی خوبیوں سے برادرانِ وطن کو واقف کرانا وقت کی اہم ضرورت ہے	

33	برادرانِ وطن کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی طاقت، دعوت وشہادتِ حق ہے	
34	مسلمان اور عیسائیوں میں فرق	
35	بنیادی طور پر اپنے دل سے ڈر نکالے	
36	ہر قوم کی تعمیر میں تاریخ کا ایک اہم رول ہے	
37	مدارس ومکاتب اور اسلامک اسکولس قائم کرنا	
38	فتنوں سے بچنے کے لئے امت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشن گوئیوں سے آگاہ کرنا	
39	اللہ کی رحمت (غیر شرعی) اختلاف سے بچنے والوں پر ہے	
40	فرقہ پرستی کے خلاف اجتماعی جدوجہد کرنا	

انتساب

(1) بندہ اپنی اس تحریر کو اپنے والدین مدظلھما العالی کی طرف منسوب کرتا ہے جن کی محنتوں اور شفقتوں اور دعاؤں نے بندے کو اس کاوش کے قابل بنایا۔

(2) اور اپنے جملہ اساتذہ کرام کی طرف منسوب کرتا ہے جن کی خصوصی توجہاتِ کاملہ نے بندے کے اندر دین کی محنت کا جذبہ پیدا کیا اور مبلغِ اسلام حاجی عبد الرزاق صاحبؒ کی طرف منسوب کرتا ہے جن کی نصیحتوں نے بندے کے دل میں علمی شوق پیدا کیا۔

(3) پھر مرحوم سید عبد الکریم صاحب اور ان کی اہلیہ مرحومہ کی طرف اور اسی طرح مرحوم سید عنایت صاحب کی طرف منسوب کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بار بار ان مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

آمین

تقریظ

استاذ الاساتذہ حضرت اقدس مولانا مفتی **محمد یوسف صاحب تاؤلوی** دامت برکاتہم

استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند وخلیفہ ٔ اجل حضرت فقیہ الامت گنگوہیؒ

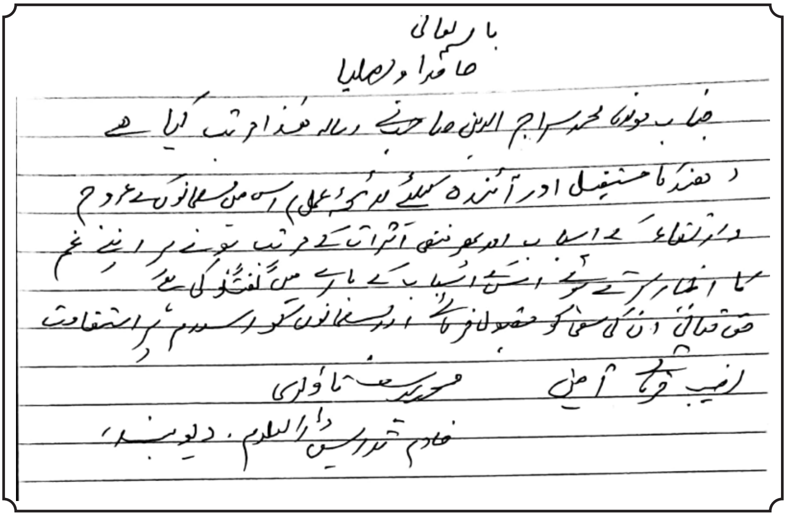
باسمہ تعالیٰ
حامداً و مصلیاً
جناب مولانا محمد سراج الدین صاحب نے رسالہ ہذا مرتب کیا ہے
ہند کا مستقبل اور آئندہ کیلئے لائحہ عمل اس میں مسلمانوں کے عروج
وارتقاء کے اسباب اور پھر منفی اثرات کے مرتب ہونے پر اپنے غم
کا اظہار کرتے ہوئے اس کے اسباب کے بارے میں گفتگو کی ہے
حق تعالیٰ ان کی سعی کو مقبول فرمائے اور مسلمانوں کو اسلام پر استقامت
نصیب فرمائے آمین
محمد یوسف تاؤلوی
خادم تدریس دارالعلوم دیوبند

حامداو مصلیا : جناب مولانا محمد سراج الدین صاحب نے رسالہ ہذا مرتب کیا ہے ہند کا مستقبل اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل اس میں مسلمانوں کے عروج وارتقاء کے اسباب اور پھر منفی اثرات کے مرتب ہونے پر اپنے غم کا اظہار کرتے ہوئے اس کے اسباب کے بارے میں گفتگو کی ہے حق تعالیٰ ان کی سعی کو مقبول فرمائے اور مسلمانوں کو اسلام پر استقامت نصیب فرمائے آمین

(حضرت اقدس مولانا مفتی) محمد یوسف صاحب تاؤلوی

استاذِ حدیث دارالعلوم دیوبند/ یوپی

تقریظ

شیخ طریقت حضرت اقدس مولانا عبدالقوی صاحب دامت برکاتھم

ناظمِ اعلیٰ ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد

وخلیفہءاجل سعید الملت عارف باللہ حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب پرنام بٹی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وبہٖ نستعین"

ہند کا مستقبل اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل'' عزیزم مولانا محمد سراج الدین مدنی کا تحریر کردہ مختصر سا رسالہ ہے، جس میں موصوف نے ملک کے مسلمانوں کی موجودہ صورت ِ حال کو ماضی وحال سے جوڑ کر نہایت سنجیدگی، بالغ نظری اور انصاف پسندی سے جائزہ لیا ہے، اور اس تکلیف دہ صورتِ حال کو خوش گوار صورتِ حال میں بدلنے کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں دس نکاتی فارمولہ پیش کیا ہے۔

اس عاجز نے جگہ جگہ سے اس رسالہ کو دیکھا اور مؤثر پایا ہے، دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مصنفِ عزیز کی اس سعی کو مشکور ومقبول فرمائے امتِ مسلمہ کو فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے اور عزیز موصوف کو اسی طرح مزید خدمات میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین والسلام علی النبی الکریم

(حضرت مولانا) محمد عبدالقوی غفرلہٗ (دامت برکاتھم)

۲/رجب المرجب ۴۴ھ

عرضِ مصنف

خدا نے آج تک جتنی بھی قومیں بنایا ہے ان تمام نے عروج وزوال کو دیکھا ہے اور ان کے زوال کی وجہ کوئی اور نہیں بلکہ ان ہی کی کرتوتوں کا نتیجہ ہے، چاہے وہ بنی اسرائیل ہو یا قوم عاد ہو، یا قوم ثمود یا قوم لوط ان تمام نے اپنے باطل نفس کی پیروی کی جسکا نتیجہ تھا کہ انھیں بدنامی وخدا کے غضب کا شکار ہونا پڑا اور آج امتِ مسلمہ بھی اسی نقشِ قدم پر گامزن ہے. ایسی بات نہیں ہیکہ امت مسلمہ کبھی عروج کی سیڑھیوں پر نہ چڑھی ہو، بلکہ ابتدائی دور سے ہی وہ عروج پر تھیں جس نے ایسے ماہر شخصیات کو جنم دیا جنھوں نے اپنے میدانِ کار میں نمایاں کارنامے انجام دیئے نہ صرف یہ بلکہ دنیا کو ایک نئی راہ دکھائی جسکی ابتداء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی جن کے بارے میں اپنے تو اپنے غیروں نے بھی کہا کہ" دنیا نے جینا سیکھا اس اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں سے" جن کے اخلاقِ کریمہ کو اختیار کر کے کئی حیوان صفت لوگ دنیا کو امن کے ساتھ یکجہتی کے ساتھ چلانے والے حکمراں بن گئے، جنھوں نے جس میدان میں اپنا قدم رکھا وہاں پر ایسے کارنامے انجام دیئے جنکی مثالیں تاریخ آج تک دینے سے قاصر ہے اور امتِ مسلمہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اپنا کر اتنی بڑی سلطنت پر حکومت کی جس کی وسعت تین براعظموں ایشیا وآفریقہ اور یورپ پر پھیلی ہوئی تھی اسی کو علامہ اقبال مرحوم کہتے ہیں:

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

پھر جب مسلمانوں میں باہمی خانہ جنگی شروع ہوئی، صفوں سے اتحاد ختم ہوا، فرقہ بندی معاشرے کا جز بن گئی، گناہوں کی کثرت ہوئی، قرآن وسنت کو پسِ پشت ڈال دیا گیا تو پھر یہی عروج زوال میں بدلنے لگا۔ یہ حقیقت ہے کہ اختلاف کے کیڑوں اور منافقت نے مغلوں کا تخت وتاج پلٹا ہے، انتشار کی دیمک نے اندلس سے اسلام کی بنیاد گرائی ہے، باہمی رنجش نے سلطنتِ تیموریہ کو تہہ و بالا کیا ہے، پھر جب یہ صورتِ حال مزید بڑھی، اور مسلمان اس شعر کا مصداق ہوئے:

کیا ہوا اگر قوم پر غیروں کی یلغاریں ہوئیں
ہم تو اپنے آشیانے میں بہت محفوظ ہیں

تو پھر سلطنتِ عثمانیہ کا خاتمہ ہوا، اور اسلامی طاقت وقوت کو توڑ دیا گیا، عالم اسلام کو بے دست و پا کر دیا گیا، ماہر فلکیات، ماہر کیمیاء، ماہر نفسیات کئی ساری مثالیں ہیں جو مسلمانوں کے عروج کی داستان بیان کرتی تھی لیکن افسوس آج ان ہی کی ایجادات کو مغربی ممالک نے اختیار کر کے مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا ہے لیکن افسوس کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اور پہلے بھی ایسے وقت گذر چکے ہیں کہ امت ویسے ہی حالات سے دوچار تھی جیسے حالات آج ہمیں درپیش ہیں اور یہ حالات امت کی فتح ونصرت پر منتج ہوتے تھے۔ لہذا ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے کہ ہمارے حالات اتنے برے ہیں کہ اب ہمارے لئے کوئی راہ

فرار نہیں۔ یہ بات سچ نہیں ہے کیوں کہ جب آپ گہرائی کی آخری انتہاء تک پہنچ جاتے ہیں کہ جس سے آگے مزید کوئی گہرائی باقی نہیں رہتی تو پھر اس کے بعد واپس اوپر کی جانب جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا اس لئے کہ اگر ہم تاریخ کے اوراق کو گہرائی کے ساتھ دیکھیں گے (اور ساتھ ہی ساتھ موجودہ حالات کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئیوں کو سامنے رکھیں گے) تو یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ امتِ مسلمہ پر ایسے حالات آنے کے بعد ہی عروج کے منازل طئے کی ہے فقط ہم کو چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام سے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے طریقوں سے اپنی زندگی کو سنواریں پھر ایسے پرفتن دور میں اپنے آنکھوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے موجودہ حالات کو بدلتے دیکھیں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کا اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بخیر وعافیت امتِ مسلمہ کے لیے بیداری کا ذریعہ بنائے اور اسے قبولیتِ عامہ وخاصہ عطا فرمائے اور عوام وخواص کے لیے اس کو نافع بنائے اور بندہ عاجز کے لیے نجات کا سرمایہ بنائے۔

آمین یارب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

ابوطوبی کونین محمد سراج الدین مدنی

استاذ: مدرسہ مدینۃ العلوم رام نگرم/ کرناٹک/ ہند

25 / جمادی الاخری/ 1444ھ 18 / جنوری/ 2023/ بروز بدھ

اقوام وملل کی تاریخ ہم کو کیا بتاتی ہے

اس وقت ساری دنیا میں اسلام دشمنی اور مسلم کُشی زوروں پر ہے، سفا کیت وبربریت کی مثالیں قائم کرنے کے لئے طاغوتی فوجیں مقابلہ آرائی کررہی ہیں، اجتماعی وانفرادی قتل وغارت گری کے المناک واقعات صبح وشام آنکھوں کے سامنے گھوم رہے ہیں، بلکہ جان بوجھ کر دکھائے جارہے ہیں، اقوامِ عالم میں مظلوم طبقوں بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ ظلم وتشدد کے دلخراش حالات رونما ہورہے ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں، کسی خاص خطہ یا ملک ہی نہیں بلکہ کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ سے یہ صدائیں آرہی ہیں کہ روئے زمین پر اللہ کے ماننے والوں کو جینے کا کوئی حق نہیں ہے، جسے توحید کے گُن گانا ہو ، جسے اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرنی ہو، جسے خدا کے گھروں کو بنانا اور آباد کرنا ہو، جسے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسوۂ حسنہ اور ماڈل بنانا ہو، جسے قرآنی تعلیمات عام کرنا ہو، جسے امن پسند بننا ہو ، جسے محبت کی بولی بولنا ہو ، جسے انسانیت کا دکھ درد بانٹنا ہو ، جسے مظلوموں کا ساتھ دینا ہو، وہ اِس دھرتی پر رہنے کے قابل نہیں ہے، اگر وہ جینا چاہتے ہیں تو اُنہیں کفر پر، شیطان کی پرستش پر، طاغوتوں کی روش پر، فرعونوں کی غلامی میں جینا ہوگا ورنہ اُنہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے گا ،قوموں کو ڈرا دھمکا کر،ان کی املاک واموال کو ہلاک کرکے، جانوں کو نقصان پہنچا کر خوف وہراس کا ماحول بنانے کی کوششیں نہ صرف جاری ہیں؛ بلکہ روزافزوں ہیں۔

قومیں اقتدار کے نشہ میں سرکش اور باغی ہوجاتی ہیں

اقوام وملل کی تاریخ میں یہ ہوتا رہا ہے کہ جب قومیں اقتدار کے نشہ میں بدمست ہوجاتی

ہیں، بالادستی کا گھمنڈ وغرور اُنھیں سرکش اور باغی بنا دیتا ہے تو رعایا پر ظلم کرنا، ان کے املاک کو تباہ کرنا، ان کی معاشی خوشحالی پر للچائی نظریں ڈالنا، باعزت لوگوں کو ذلیل ورسوا کرنا، عورتوں اور بچوں کو اسیر بنانا، نوجوانوں کو ہلاک کرنا، اور ذلت ونکبت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کرنا اُن حکمرانوں کا وتیرہ بن جاتا ہے۔ ملکۂ سبا کے اس حقیقت پر مبنی تجزیہ کو قرآن نے ان الفاظ میں محفوظ کیا ہے: اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (سورۃ النمل/۳۴) بے شک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اُسے خراب کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت باشندوں کو ذلیل کرتے ہیں فرعونِ مصر اور اس کی قوم کا حال قرآن نے ان الفاظ سے واضح کیا: اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۴ (الآية 4 من سورة القصص) بلا شبہ فرعون زمین میں (حکومت واقتدار کے اعتبار سے) بڑھ چڑھ گیا تھا، اور اس نے وہاں کے لوگوں کی کئی قسمیں بنا رکھی تھیں، ان میں ایک جماعت (بنی اسرائیل) کو کمزور بنا رکھا تھا، ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا، بلا شبہ وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا

عہدِ رسالت کے مکی دور میں کفار ومشرکین کو اقتدار وبرتری حاصل تھی، اسلام کے اس دورِ اول کی تاریخ اُٹھا کر دیکھئے، کیا کفار ومشرکین نے اسلام لانے والوں کو کبھی بخشا ہے؟ جس کا اسلام ظاہر ہوا وہ ضرور ظلم وستم کی چکی میں پیسا گیا، اُنھیں مسلمانوں سے شدید نفرت وعداوت تھی، مسلمانوں کو دیکھتے تو تن بدن میں آگ لگ جاتی تھی، لَتَجِدَنَّ

اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا (المائدۃ/۸۲) مسلمانوں سے تمام آدمیوں سے زیادہ عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور کفار ومشرکین کو پائیں گے اسی عداوت کا نتیجہ تھا کہ مکی دور میں کفار ومشرکین اور مدنی دور میں یہودی صحابہ کرامؓ پر ظلم وستم ڈھاتے اوران کے خلاف سازشیں کرتے تھکتے نہیں تھے، اورآج بھی مسلمانوں کے لئے یہی دوقومیں زیادہ آزمائش کا سبب بنی ہوئی ہیں۔

کفارمسلمانوں سے کیا چاہتے ہیں؟

حق و باطل کی آج کی کش مکش کوئی نئی بات نہیں ہے یہ کش مکش دونوں کے درمیان اسی وقت سے جاری ہے جب سے دونوں کا وجود ہے اور آئندہ بھی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک دونوں کا باہم پایا جانا خدا کومنظور ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں کفار کے ظلم کا مقصد ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ(آیہ 2 ممتحنہ) اگر یہ کافرتم پر قدرت پالیں توتمہارے دشمن ہوجائیں اور ایذا کے لئے تم پر ہاتھ (بھی) چلائیں اورزبانیں (بھی) اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہوجاؤ۔ (معارف القرآن)

وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ :ای وودوا قبل کل شئ کفرکم وارتداد کم ایانھم یریدون ان یلحقوا بکم مضار الدنیا والدین من قتل الانفس و تمزیق الاعراض ورد کم کفارا۔ ان کوتمہارا کفروارتداد ہر چیز سے مقدم ہے۔ یعنی وہ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دنیا میں دکھ پہنچے اوردین کا بھی نقصان ہو، جیسے جانوں کا ناحق قتل کرنا عزتوں کا لٹنا یا اس سے زیادہ نقصان جوان کو تمہارے متعلق مطلوب ہے وہ تمہارا کفر کی

طرف لوٹ جانا ہے۔ یہ ان کے ہاں اولین حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین تو تمہیں اپنی جانوں سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لئے کہ دین کیلئے تم اپنی جانیں نچھاور کردیتے ہو۔ اور دشمن کے ہاں اہم ترین چیز یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مخالف کی اہم ترین متاع کا قصد کرے۔ (تفسیر مدارک)

تو گویا یہ بات معلوم ہوگئی کہ کفار کا اصل ہدف ہمارا ایمان ہے کیوں کہ ایک سچے مسلمان کے نزدیک اپنے ایمان سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے اس کے لئے وہ اپنی جان تک قربان کرسکتا ہے اس لئے کفار کسی بھی طرح ہم سے وہ دولت چھیننا چاہتے ہیں اس کے لئے وہ کبھی نئی تعلیمی پالیسی کے ذریعہ اس پر حملہ آور ہوتے ہیں کبھی ڈرادھمکانے کا راستہ اختیار کرتے ہیں اور کبھی اسلام فوبیا کا راستہ منتخب کرکے مسلمانوں کو بدنام کرنے کی مکمل سازشیں کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی تہذیبی وسیاسی پسماندگی میں کفار کے سازشوں کا دخل

مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ اس سوچ کا حامل رہا ہے کہ مسلمانوں کی تہذیبی وسیاسی پسماندگی میں بنیادی طور پر کفار کی طرف سے کی جانے والی سازشوں کو دخل ہے۔ دراصل یہ مغربی اقوام ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو ادھر کئی سو سالوں سے سازشوں کے جال میں اس طرح جکڑ رکھا ہے کہ پوری قوم جیسے بے دست و پا ہوکر رہ گئی ہے۔ مسلمانوں کے تمام منصوبے اس لیے شکست وریخت کا شکار اور تمام فکری و عملی تگ ودو اس لیے ناکامیوں پر منتج ہوتی رہی ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں کا خفیہ ہاتھ اس میں اپنا کام کرتا رہا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ تاریخ میں جو کچھ پیش آیا اور آج جو کچھ پیش

آرہا ہے وہ ایک کھلی کتاب کی طرح ہے دشمنوں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف کیے جانے والے اقدامات اور کوششوں کی حقیقت آئینہ کی طرح بالکل واضح ہے۔ان کا کوئی پہلو مخفی نہیں ہے۔قرآن میں دشمنوں کی طرف سے مسلمانوں کے حق میں کی جانے والی سازش (خفیہ تدبیر) کا ذکر آیا ہے اور اس کے لیے ''کید'' اور ''مکر'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔متعلقہ آیتیں یہ ہیں: ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ''انہوں (دشمنوں) نے مکر کیا اور اللہ نے بھی مکر کیا اور اللہ تعالیٰ بہتر طور پر مکر کرنے والا ہے''۔ (آل عمران:54)۔ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین ''وہ لوگ خفیہ تدبیر کررہے تھے اور میں بھی خفیہ تدبیر کررہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہتر طور پر تدبیر کرنے والا ہے''۔(الانفال:30)۔انھم یکیدون کیدا واکید کیدا ''یہ لوگ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں''(الطارق:16) ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ سازش یا خفیہ اقدام دشمنوں کی طرف سے کیا جانے والا ایک متوقع مگر غیر فطری عمل ہے۔اس لیے حقیقت میں وہ ایک مستقل عمل کا بدل نہیں بن سکتا کہ جس سے میدان پلٹ دیا جائے۔حریف کو آخری طور پر شکست دے کر اس کی تقدیر کا فیصلہ کردیا جائے اور کسی قوم کو صرف اسی بنیاد پر سرخروئی حاصل ہوجائے۔

سازش کی بنیاد پر کوئی جماعت یا قوم اسلام یا اہلِ اسلام کو دبا یا مٹا نہیں سکتی

دوسری سب سے اہم بات جو ان آیات سے واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کی سازش کو ناکام بنانے کا فطری طور پر نظام قائم کررکھا ہے۔سازش کی بنیاد پر کوئی جماعت یا قوم اسلام یا اہلِ اسلام کو دبا یا مٹا نہیں سکتی۔اس لیے کہ مختلف

احادیث میں جہاں مسلمانوں کے ذلت وخواری کا بحیثیت پیش گوئی ذکر کیا گیا ہے، وہاں اس کا ذمہ دار خود مسلمانوں کو ہی ٹھہرایا گیا ہے۔ مثلاً مشہور حدیث ہے: عَنْ ثَوْبَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْكُمْ كَمَا تَدَاعَی الْاٰكِلَةُ اِلٰی قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ قَالَ: بَلْ اَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ كَثِیْرٌ وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّیْلِ وَلَیَنْزَعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ فَقَالَ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْیَا وَ كَرَاهِیَةُ الْمَوْتِ۔ (سنن ابو داود باب تداعی الامم علی الاسلام ج۲، ص۲۴۲)

قریب ہے کہ تم پر قومیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے کھانے کے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ صحابیؓ نے پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا ہماری تعداد اس وقت کم ہوگی؟ آپ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی۔ مگر تمہاری مثال اس وقت سیلاب کے جھاگ کی سی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا خوف نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا۔ صحابہؓ نے پوچھا: وہن کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند ٹھہرانا''

موجودہ دور میں مسلمان کیوں کفار کے سازش کا شکار ہوئے

ایک لفظ میں یہ ہماری کمزوریوں کی قیمت ہے جنہیں ہم اخلاقی دہائیوں سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالاں کہ خود ہماری اخلاقی حالت نہایت افسوس ناک ہے اور اس کا احساس ہم میں سے ہر چھوٹے بڑے کو ہے جس کا اظہار بھی زبان وقلم سے تسلسل

کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے۔اسلام کی چودہ سالہ تاریخ پر نظر ڈالیں۔ امت کی اجتماعی زندگی میں مختلف نشیب و فراز آئے۔خاص طور پر 1258 میں تاتاریوں کے ذریعے عالمِ اسلام کی تباہی پوری اسلامی تاریخ کا سب سے الم ناک واقعہ ہے۔جس کے بارے میں مؤرخ اسلام علامہ ابن اثیرؒ نے لکھاہے کہ ایسا لگتا ہے جیسے اسلام روئے زمین سے مٹ جائے گا۔ یہ مقولہ مشہور ہوگیا تھا کہ مَنۡ حَدَّثَکُمۡ اِنَّ التَّتَرَ اِنۡھَزَمُوۡا وَاُسِرُوۡا فَلَا تُصَدِّقُوۡہُ (الکامل فی التاریخ/۱۰/۳۵۳) اگر تم میں سے کسی سے کہا جائے کہ تاتاری لوگ شکست کھا گئے اور قیدی بن گئے تو تم یقین نہ کرو اس آشوب ناک صورتِ حال میں بھی مسلمانوں میں اس طرح کا کوئی نظریہ نہیں پھیل سکا کہ یہ کفار کی سازشیں تھی بلکہ مجموعی طور پر مسلمانوں میں یہ احساس جاں گزیں رہا کہ جو کچھ ہوا ہے ،قرآن کی آیت : ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ”کہ تم کو جو مصیبت پیش آئی وہ سب تمہارا اپنا کیا دھرا ہے“۔(شوری ۳۰) کے مطابق ہے۔ وہ خود اپنی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ اس لیے زیادہ عرصہ گزرنے نہیں پایا کہ عسکری میدان میں شکست کھانے والی مسلم قوم نے اپنی تعمیر کر کے فکر اور تہذیب کے میدان میں اس سے بازی جیت لی۔لیکن موجودہ دور میں ایسا ممکن نہ ہوسکا لیکن گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اگر ہم اپنے اسلاف کی زندگی کو سامنے رکھ کر آگے بڑھیں گے اور اپنے غلطیوں کو سدھاریں گے تو ان شاء اللہ کامیابی قدم چومے گی کیوں کہ پنسل کے ربر کی طرح انسان کے پاس یہ مکمل اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی سے غلطیوں کو مٹائے اور ان سے سبق سیکھ کر اسے بہتر بنائے۔

سازش کی حقیقت

کوئی بھی سازش اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب کمزوری ہمارے اندر موجود ہو۔سازش ہوتی کیا ہے؟ سازش دراصل اپنے مخالف کی کمزوری کا استعمال کرنا اوراسے بڑھاوادینا ہے۔یہ سازش کی حقیقت ہے۔اب اگر اپنی کمزوری دور کرلی جائے تو دشمن اورمخالف کی کوئی سازش کامیاب نہیں ہوسکتی لیکن اس کے بجائے ہم اخلاقی،اجتماعی طور پر بد سے بدتر ہوتے جائیں۔ہمارے اندر دنیا بھر کی کمزوریاں جمع ہوجائیں اورہم بجائے اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کے دشمن کی سازشوں کے خلاف شوروغوغا شروع کردیں تو پھراس کا انجام اسباب وعلل کی دنیا میں ایک ہی ہے اور وہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔سازش کا جواب قرآن وحدیث نے ایک مسلمان کا جوذہن بنایا ہے وہ درحقیقت خوداحتسابی کا ذہن ہے کہ جب کسی کوکوئی تکلیف دہ یاناخوشگوار واقعہ پیش آئے تو وہ سوچے کہ مجھ سے کیاغلطی ہوئی، میرا کمزور پہلو کونسا ہے۔غلطی کی وجہ اورسبب کیا ہے اور جواسے نقصان یابرائی پہنچتی ہے خالق اگرچہ اس کا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس کا سبب انسان کی اپنی ہی بدعملی اور کوتاہی ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن نے مسلمانوں کوایک عام اصول دے دیا کہ تمہارے ساتھ جوکچھ ناخوشگوارواقعہ پیش آتا ہے۔اس کی واحد وجہ اورسبب تمہارے ہی کرتوت ہیں۔ تمہاری بداعمالیاں ہیں ۔تمہاری غلطیاں اورکمزوریاں ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے۔وَمَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ (شوری ۳۰)۔

مدینہ کے یہودی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد تنگدست کیوں ہوگئے

مدینہ کے یہودی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اگر خوشحال تھے تو یہ محض اللہ کا احسان تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے بعد اگر ان پر تنگدستی آگئی تو یہ ان کی اپنی بدعملی کا نتیجہ تھا۔ جب انہوں نے خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے بطورِ تنبیہ ان پر تنگی کردی۔ روی انه کان قد بسط علیهم الرزق فلما قدم النبی (صلی الله علیه وآله وسلم) المدینة فدعاهم الی الایمان فکفروا امسك عنهم بعض الامساك (ابو السعود ج3 ص394)۔

ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے

یعنی جیسی نعمتیں ایک خاص انداز اور خاص اوقات واحوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں، مصائب کا نزول بھی خاص اسباب وضوابط کے ماتحت ہوتا ہے۔ مثلاً بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال وافعال ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ہلاک ہوجاتا ہے یا بعض اوقات والدہ کی بد پرہیزی بچہ کو مصیبت میں مبتلا کر دیتی ہے، یا کبھی کبھی ایک محلے والے یا شہر والے کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ اور شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہی حال روحانی اور باطنی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھنا چاہئے۔ گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض

اعمالِ ماضیہ کا نتیجہ ہے۔اور مستقبل میں ان کے لیے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچتی ہے اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت گناہوں سے درگزر کرتی ہے۔ اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس بھی باقی نہ رہتا۔(تفسیر عثمانی) چنانچہ جب دہلی پر نادرشاہ نے حملہ کیا تو جہاں سب لوگ اس قتلِ عام کو نادرشاہ کی سفاکیت سے تعبیر کررہے تھے وہیں ایک بزرگ نے اس بات کا اعتراف کیا کہ شامتِ اعمال ماصورتِ نادرگرفت

انسان کو خود احتسابی کرنا چاہئے

غزوۂ احد کے موقع پر قرآن نے یہ نہیں کہا کہ یہ کفارِ مکہ کی سازشیں تھیں اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے اور دنیا سے مٹانے کی سازش تھی بلکہ اصل پیغام یہ دیا گیا کہ کفارِ مکہ کی جارحتیں اپنی جگہ، ان کے حملے اپنی جگہ، وہ دشمن ہیں حملہ ضرور کریں گے مگر اس جنگ میں جو تمہیں شکست ہوئی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو سمجھنے میں چوک ہوگئی اگر تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو اچھی طرح سمجھ کر اپنی جگہ پر جمے رہتے اور اپنی جگہ نہ چھوڑتے تو تمہیں شکست نہ ہوتی۔ یہ ہے قرآن کا خود احتسابی کا مزاج ،یعنی کوئی بھی صدمہ پہنچے، تکلیف پہنچے۔ مصیبت آئے اس وقت انسان کو خود احتسابی کرنا چاہئے بحیثیتِ فرد، بحیثیتِ قوم اور بحیثیتِ ایک ملت کہ ہم سے کہاں پر غلطی ہوئی، دشمن سے ہم کس موقعہ پر کمزور پڑے۔ ہماری خامیاں اور کمزوریاں کیا ہیں۔ جب خود احتسابی ہوگی تو اپنی غلطیاں معلوم ہوں گی ۔اپنی کمزوریوں کا علم

ہوگا اوراس کے بعد ان کو دور کرنے کی کوششیں بھی ہوں گی لیکن اگر خود احتسابی نہ ہو اور پہلے سے یہ طئے کرلیا جائے کہ ہم تو معصوم عن الخطا ہیں اور جو کچھ ہوا ہے اور ہورہا ہے اور ہوگا وہ دشمنوں کی سازشیں ہیں تو نہ خود احتسابی کا جذبہ ابھرے گا اور نہ اپنی کمزوریاں اور خامیاں معلوم ہوں گی۔

قرآن کریم میں کفار کے سازشوں کا مقابلہ کرنے کا نسخہ کیمیا موجود ہے

قرآن کریم نے ہمیں سازشوں کا مقابلہ کرنے کا جو نسخہ کیمیا عطا کیا ہے وہ یہ ہے ’’وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئاً‘‘ (سورۂ آل عمران 120) اگر تم صبر کرو اور تقوی اختیار کرو تو ان کی سازشیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ یہاں پر قرآن کریم نے مسلمانوں سے دشمنوں کی سازش کے جواب میں دو امر کا مطالبہ کیا ہے ایک صبر کا اور دوسرے تقویٰ کا۔ صبر اور تقویٰ کیا ہے؟ آج دنیا کی کوئی بھی قوم مسلمانوں کی بحیثیت مجموعی ترقی دیکھنا نہیں چاہتی، کسی کو مسلمانوں کا آگے بڑھنا، اور مضبوط ہونا گوارہ نہیں ہے، اس لیے ساری قومیں مسلمانوں کو پست کرنے پر متفق ہیں، آیتِ مذکورہ میں غیروں کی تمام تر سازشوں سے محفوظ رہنے کی ضمانت دو چیزوں کو اختیار کرنے پر دی گئی ہے، اول صبر اور دوسرے تقویٰ اس سورہ میں صبر اور تقویٰ کو ایک ساتھ متعدد بار بیان کیا گیا ہے، آگے غزوۂ بدر کا ذکر ہے، اس موقع پر امدادِ غیبی کا وعدہ انہی دو شرطوں کی بنیاد پر کیا گیا ہے، ارشاد ہے: بلی ان تصبروو تتقوا ویأتوکم من فورھم ھذا یمدد کم ربکم بخمسة آلآف من الملئکة مسومین (آل عمران: ۱۲۵) بلکہ اگر تم

صبر سے کام لو، تقوی اختیار کرو اور وہ لوگ تم پر یکبارگی حملہ آور ہو جائیں تو تمہارے پروردگار پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے، جن پر امتیازی نشان رہے گا۔ چند آیات کے بعد یہی حکم اس طرح دہرایا گیا: لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الامور۔ (سورۂ آل عمران: ۱۸۶) تم لوگوں کی مال اور جان کے سلسلہ میں ضرور آزمائش ہوگی، اور تم ان لوگوں سے جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے، اور اگر تم صبر اور تقوی اختیار کرو تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ اور سورۃ کے اختتام پر پھر ایک بار اس حکم کا اعادہ کیا گیا، گویا سورہ میں مذکورہ تمام احکام کا خلاصہ انہی دو باتوں میں جمع ہے: یاایھا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (سورۂ آل عمران: ۲۰۰) اے ایمان والو! صبر و کرو، ثابت قدمی اختیار کرو، تیار رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ سورہ آل عمران کے علاوہ دوسری جگہ بھی صبر اور تقوی کا حکم ایک ساتھ آیا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائیوں نے پہچان لیا اور ان کے اس مقامِ بلند سے واقف ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بلندی کی وجہ بتائی: قد من اللہ علینا انہ من یتق ویصبر فان اللہ لایضیع اجرالمحسنین۔ (سورۂ یوسف: ۹۰) واقعی اللہ نے ہم پر احسان فرمایا جو شخص تقوی اختیار کرتا ہے اور صبر سے کام لیتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اچھے عمل کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔ سورۂ طلاق میں ہے: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا (سورۂ طلاق: ۲) اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کے لیے نکلنے کا راستہ پیدا کر دیتے ہیں۔اس طرح صبر وتقوی کے بار بار اعادہ کا مقصد مسلمانوں کے ذہن نشیں کرانا ہے کہ صبر اور تقوی کے نتیجہ میں ہی مسلمانوں کو کامیابی ملے گی، اور جب یہ دونوں باتیں ان کی زندگی سے مفقود ہو جائیں گی تو ناکامی اور ذلت مقدر ہوگی، مسلمانوں کے تمام مسائل کا حل انہی دو باتوں میں مضمر ہے۔ حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ لکھتے ہیں: قرآن کریم نے مسلمانوں کو ہر قسم کے مصائب اور پریشانیوں سے محفوظ رہنے کے لیے صبر وتقوی کو صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ دوسری آیات میں بھی ایک مؤثر علاج کی حیثیت سے بیان فرمایا۔ (معارف القرآن، ج ۲،ص:۱۶۱)

صبر اور تقویٰ کا مفہوم کیا ہے؟

صبر اور تقویٰ کا مفہوم بہت وسیع ہے لیکن امتدادِ زمانہ اور گردشِ ایام نے جس طرح بہت ساری دیگر اسلامی اصطلاحات اور ان کے مفہوم کی وسعت کو گھٹا دیا ہے اور محدود کر دیا ہے اسی طرح صبر اور تقویٰ کا بھی صرف محدود مفہوم عام طور پر مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔صبر کے معنی رک جانے کے ہیں۔یعنی انسان کو کوئی جذباتی نفسیاتی ذہنی صدمہ پہنچے تو اس وقت انسان ایسے اقدامات سے رک جائے جو جذباتیت کی پیداوار ہوں بلکہ پورے معاملہ پر تھوڑا رک کر غور کر کے اور شرعی اور عقلی اعتبار سے جائزہ لے کہ اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے اور کس اقدام کا کیا اثر ہوگا اس کے بعد اقدام کرے۔تقویٰ کا ایک چھوٹا مفہوم سب کو معلوم ہے دوسرا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعبؓ سے جب تقویٰ کی حقیقت کے متعلق دریافت

کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ کیا کبھی آپ کو ایسے راستے سے گزرنے کا اتفاق ہوا ہے جس کے دونوں طرف خاردار جھاڑیاں ہوں ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں ! حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا پھر آپ نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے دامن کو ٹھیک سے سمیٹا اور احتیاط کے ساتھ راستہ طئے کرنے لگا کہ مبادا کوئی کانٹا میرے کرتے کو پھاڑ نہ دے ۔ فرمایا اسی کا نام تقویٰ ہے ۔ یعنی دوسرے الفاظ میں کہا جائے تو تقویٰ نام ہے احتیاط کا ۔ محتاط رویہ اختیار کرنے کا ۔ دین کے معاملہ میں محتاط رویہ یہ ہے کہ انسان ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جو کل قیامت کو اس کیلئے نقصان دہ ہوں گی اور دنیا کے بارے میں محتاط رویہ یہ ہے کہ انسان ایسی حرکتوں اور افعال سے باز رہے جو اس کے مستقبل کیلئے نقصان دہ اور خراب ہوں ۔ یعنی تقویٰ کے مفہوم میں احتیاط اور سنجیدگی شامل ہے ۔ اگر ہمارے اندر یہ دو صفتیں صبر اور تقویٰ مکمل طور پر آجائیں گے تو پھر دشمن کی سازشیں بے کار ہو جائیں گی ۔ آج ہوتا یہ ہے کہ ہمارے مخالف اور دشمن کچھ کرتے ہیں اور ہم جذبات میں بے قابو ہو کر کچھ سے کچھ کر دیتے ہیں یا ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے ملک کی اقتصادی ترقی متأثر ہوتی ہے ملک کے مفادات کو نقصان پہنچتا ہے لیکن اس کی جگہ اگر ہم صبر اور سنجیدگی کے ساتھ ردِ عمل کا اظہار کریں گے تو شاید دشمن دوبارہ اپنی حرکت کا اعادہ نہ کرے ۔

فسطائی قوتیں اپنے ان اہداف کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہیں

خوامخواہ مسلم نوجوانوں کی گرفتاری اس بات کا عندیہ ہے کہ فسطائی قوتیں اپنے ان اہداف کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہیں جن کا مقصد بحیثیتِ قوم مسلمانوں کی

جڑوں کو کھوکھلا اور کمزور کرنا ہے۔ اسلام کی سرگرمیاں ان کی آنکھوں میں برسوں سے ایسے ہی چبھ رہی ہیں جیسے شیطان کی آنکھوں میں انسانی وجود۔ یہ قوتیں ایک مدت سے کسی ایسے وقت کی منتظر تھیں جب انہیں مسلمانوں پر ہاتھ ڈالنے کا آسان موقع مل جائے۔ آج وہ اقتدار پر پوری طرح قابض ہیں اس لیے ان کے لیے ملتِ اسلامیہ پر حملہ کرنا آسان ہوگیا ہے۔ وہ یہاں وہی کہانی دہرانا چاہتے ہیں جو اندلس، سسلی، بوسنیا، سنٹرل آفریقہ، مقبوضہ فلسطین اور میانمار میں اسلام دشمنوں کے ذریعہ دُہرائی جا چکی ہے۔ حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ جو مسلمان بھی اپنے اوپر ہورہی زیادتیوں پر احتجاج کرتا ہے اور ملی حمیت کے اظہار کرنے کی جرأت کرتا ہے اور ظالموں کو للکارتا ہے وہ غدار قرار پاتا ہے پھر یا تو اسے خاموش کر دیا جاتا ہے یا نذرِ زنداں کر کے اس پر ہر طرح کے ظلم کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور جو مسلمان ان کھلے مظالم پر صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں تو انہیں طرح طرح سے ستایا جا رہا ہے تاکہ وہ ہر ظلم کو اپنی تقدیر سمجھ کر خاموشی سے اسے برداشت کرتے رہیں اور ذلتوں نے برسوں ظلم سہنے کے بعد جو جگہ خالی کی ہے وہ مسلمانوں سے پُر کر دی جائے۔

ہمارا منصوبہ کیا ہونا چاہیے

ان حالات میں ان کا اگلا منصوبہ کیا ہوسکتا ہے اس سوال سے زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ ہمارا منصوبہ کیا ہونا چاہیے؟ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ چیزیں زندہ قوموں کو مایوس کرنے کی بجائے مزید حوصلہ دیتی ہیں اور متحرک رکھتی ہیں۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ ہم ان حالات کو اپنی تقدیر سمجھ کر خاموشی اختیار کرلیں اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہر نئے مورچے پر شکست

کا ماتم اور اگلے سانحے کا انتظار کریں یا پھر اپنے احکم الحاکمین رب اور جباروں کے جبار اللہ پر بھروسہ کر کے اپنی بے سروسامانی کو ہی سامان بنا کر حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں؟ ہمارے پاس دو راستے ہیں، ہر حال میں خدا کی اطاعت اور ایمانی تقاضوں پر چلنا یا خدا سے بغاوت اور ایمانی تقاضوں سے فرار ہونا۔

ہمارا ایمان ہی ہمارے لئے سب سے بڑا قلعہ ہے

مسلمانانِ ہند اس وقت جس مرحلے سے گزر رہے ہیں وہ قوموں کی زندگی میں لرزہ خیز مرحلہ ہوتا ہے، جب سب کچھ متزلزل ہوتا ہوا نظر آتا ہے، جب اپنی راہ پر ثابت قدمی دنیا کا سب سے دشوار گزار عمل بن جاتا ہے۔ اس مرحلے میں سب سے زیادہ اہم چیز یقینِ کامل ہے کہ ہم نے جس راستے کو اختیار کیا ہے وہی حق ہے باقی سب باطل۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی اسی سخت ترین آزمائشی مرحلے کی علامت ہے جب ان کے اپنے وطن مکہ کی گلیاں ہی ان پر تنگ کر دی گئی تھیں۔ اس پورے مرحلے میں قرآنِ کریم کی بہت ساری ایسی آیات نازل ہوئیں جو محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے ایمان ویقین کو مضبوط کرنے والی تھیں۔ چنانچہ فرمایا گیا فتوکل علی اللہ، انك علی الحق المبین (النمل-79) (اللہ پر بھروسہ رکھو اور جان لو کہ تم ہی واضح حق پر ہو)، دوسری جگہ فرمایا: فاستمسك بالذی أوحی إلیك انك علی صراط مستقیم (الزخرف-43) (جو کچھ تم پر نازل کیا جا رہا ہے اسے مضبوطی سے تھامے رہو، بے شک تم ہی راہ راست پر ہو)۔ ان مشکلات میں آپ کی تسلی ودلاسہ کے لیے ہی نہیں بلکہ آپ کے

یقین وخود اعتمادی کو بڑھانے والی آیات بھی اتریں، کہا گیا "ولسوف یعطیك ربك فترضی(الضحی-5)"، اور یقین دلایا گیا کہ "عنقریب تمہارے دشمن کی جڑ کٹ جائے گی" إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ(الکوثر-3)

کفار کی سازشیں فیل ہونے کی اسباب کیا ہیں

قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کفار کی سازشیں فیل ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (آیت 137) اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے تم ایمان لائے ہو تو یہ راہِ راست پر آ جائیں گے اور اگر یہ منہ موڑ لیں تو درحقیقت وہ دشمنی میں پڑ گئے ہیں اب اللہ تمہاری حمایت میں عنقریب ان سے نمٹ لے گا اور وہ ہر بات سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے یعنی وہ ضد اور ہٹ دھرمی کی روش ترک کر دیں اور ٹھیک وہی دین اور وہی راستہ اختیار کریں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے تمہیں دیا گیا ہے تب وہ ہدایت پر ہوں گے اور اگر وہ پیٹھ پھیر لیں تو پھر وہی ہیں ضد پر۔

تو گویا اس آیتِ کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہٹ دھرمی اور ضد میں مبتلا ہو چکے ہیں اور دشمنی اور مخالفت پر اَڑے ہوئے ہیں تو (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ کے لیے ان کے مقابلے میں اللہ کافی ہے آپ فکر نہ کریں، آپ مداہنت (compromise) کی کسی دعوت کی طرف توجہ ہی نہ کریں، کچھ دو کچھ لو کا معاملہ آپ بالکل بھی نہ سوچیں۔ آپ ان کی مخالفتوں سے مرعوب نہ ہوں اور

ان کی دھمکیوں کا کوئی اثر نہ لیں ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہو کہ آپ اس وقت کن حالات میں ہیں، کیسی مشکلات میں ہیں، کس طرح کی نازک صورتِ حال ہے جو دن بدن شکل بدل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے حالات میں آپ کا محافظ اور مددگار ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی حمایت کے لیے ان سب کے مقابلے میں کافی ہے **وَهُوَ السَّمِيْعُ** اور وہ سب کچھ سننے والا ہے یعنی جو کچھ ان کی زبانوں پر ہے ان کی گفتگوئیں اور تقریریں سب اللہ تعالیٰ پر روشن ہیں **الْعَلِيْمُ** جاننے والا ہے یعنی ان کفار کے ظاہر کی طرح ان کا باطن بھی اللہ تعالیٰ پر روشن ہے اور ان کی اندرونی کاروائیاں اور سازشیں سب اس کے سامنے بے نقاب موجود ہیں (تفسیرِ ماجدی)۔

خدا کے آگے جھک جانے سے نئی قوت پیدا ہوتی ہے

جب انسان اپنی کوتاہی اور عدمِ تحفظ کا شکار ہوتا ہے تو خدا کے آگے جھک جانے سے اسے نئی قوت اور نیا تحفظ فراہم ہوتا ہے، خدا پر اور اس کی رحمت پر ایمان ہی انسان کو احساسِ تحفظ عطا کرتا ہے اور یہ جذبہ و احساس اسے کہیں اور سے نہیں مل سکتا۔ یہ ایمان ہے جو گوہر ادراک اور روح کی طاقت کے ساتھ اطاعتِ خداوندی کی صداقت سے تشکیل پاتا ہے اور یہی اسلام ہے"۔ حالات جیسے بھی ہوں اگر ہماری عملی شہادت اسلام کے خلاف ہوگی اور ہم اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام سے غداری کے مرتکب ہوں گے تو اس کی سزا بہت بھیانک ہوگی۔ اس دین کی شہادت مسلمانوں کی امتیازی شان ہے اگر ہم نے خود کو ہوا کے رُخ پر ڈال کر اسے فراموش کر دیا تو ہم اپنی یہ شان زیادہ دنوں تک برقرار نہیں رکھ سکتے۔ خود ہندوستان میں اپنی حالت دیکھ لیجیے کہ ادائے شہادت میں جو

کوتاہی ہم نے کی بلکہ الٹی خلافِ حق شہادت جو ہم اپنے قول و عمل سے دیتے رہے اس کا تو نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کا ملک ہمارے ہاتھ سے نکل گیا، پھر غیروں کے ہاتھوں ہم پامال ہوئے پھر انگریز کی غلامی ہم کو نصیب ہوئی اور اب پچھلی پامالیوں سے بڑھ کر پامالیاں ہمارے سامنے آرہی ہیں۔

آج کا سب سے بڑا سوال اکثریت واقلیت کا ہے

آج ہمارے سامنے سب سے بڑا سوال اکثریت واقلیت کا ہے اور ہم اس اندیشے سے کانپ رہے ہیں کہ کہیں غیر اکثریت ہم کو اپنا محکوم نہ بنالے اور ہم وہ انجام نہ دیکھیں جو شودر قومیں دیکھ چکی ہیں''۔ پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم اسلام کے سچے گواہ ہوتے تو یہاں کوئی اکثریت ایسی ہوسکتی تھی جس سے ہم کو کوئی خطرہ ہوتا؟''۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال آج بھی ایک اژدھے کی طرح ہمارے سامنے منھ کھولے کھڑا ہے اور ہم سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا ہے۔ اس بیچ بہت سا وقت نکل گیا، تاریخ کے وہ صفحات جو کبھی ہماری جرأت وعزیمت کی داستانوں سے بھرے رہتے تھے وہ ہمارے خوں آشام ایام کے مرثیوں سے بھر گئے، اس دوران خلافت کی قبا چاک ہوگئی، ہندوستانی مسلمان غلام بنتا چلا گیا، بوسنیا تباہ ہوگیا فلسطین کو اسرائیل نے غصب کرلیا اور خلیجی جنگوں نے محض صہیونیت ریاست کے تحفظ کے لیے پورے مشرق وسطی کو کھنڈر بنادیا تب بھی غافل قوم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ دوسرے مقامات کے مسلمانوں کے بارے میں یہاں تبصرے کی گنجائش نہیں ہے لیکن ہندوستانی ملتِ اسلامیہ کے تعلق

سے یہ کہنا بالکل خلافِ واقعہ نہیں ہوگا کہ ہماری مزید غفلت یہاں ہماری یکسر تباہی کا پیش خیمہ بن جائے گی اور وہ خطرہ مزید بڑھ جائے گا جس سے ہم کو مدتوں پہلے ہمارے اسلاف نے آگاہ کیا تھا۔ بہر حال آج حالات ایسے نہیں ہیں کہ انہیں سمجھنے کے لیے بڑی بڑی گرہیں کھولنی پڑے، اب یہاں ہر چیز دو اور دو چار کی طرح عیاں ہے۔ اب ہندوستان میں پورا کا پورا اسلام فرقہ پرست تنظیموں کی زد میں ہے، اب ہمارے پاس دو ہی راستے بچے ہیں یا مقابلہ کیجئے یا خاموشی اختیار کر کے ہوا کے رُخ پر چل پڑیے، یا ایمان پر جان دیجئے یا جان بچانے کے لیے ایمان کا سودا کر لیجئے، اپنے دینی وجود کے تحفظ کے لیے اپنا ظاہری وجود داؤ پر لگا دیجئے یا پھر ظاہری وجود کو بچانے کے لیے اپنے دینی وجود کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیجئے۔

ہر زمانہ میں ایمان والوں کو آزمایا گیا

اس دنیا کے اندر ہر انسان کی کتابِ زندگی میں آزمائش اور مصیبت کا لفظ ضرور لکھا ہوا ہوتا ہے، بچہ ہو کہ بوڑھا، جوان ہو کہ اڈھیر، مرد ہو کہ عورت ہر ایک کو زندگی کے کسی نہ کسی مرحلہ میں آزمائشی دور سے گذرنا پڑتا ہے، پھر یہ آزمائش و مصیبت کبھی انفرادی ہوتی ہے کہ آدمی اپنی حالت اور حیثیت کے اعتبار سے آزمایا جاتا ہے تو کبھی اجتماعی ہوتی ہے کہ پوری قوم وملت کو آزمایا جاتا ہے، اور کبھی آزمائش دین کی بنیاد پر ہوتی ہے تو کبھی دنیاوی اعتبار سے ہوتی ہے، الغرض اس دنیائے رنگ و بو میں ہر ایک اپنی حیثیت کے لحاظ سے آزمایا جاتا ہے۔ مسلمان اس دنیا کی دیگر قوموں سے بلند مقام پر فائز ہے، اور الٰہی

تعلیمات کی وجہ سے امتیازی شان رکھنے والی قوم ہے، اسلئے اس کا امتحان اور آزمائش بھی بڑا سخت ہے، ہر زمانہ میں ایمان والوں کو آزمایا گیا اور بڑے تکلیف دہ دور سے گذارا گیا، حضرت نوح علیہ السلام کو اسلئے تکالیف دی گئیں کہ وہ بتوں کی عبادت کو چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت سے اپنی زندگی کو روشن کر لئے، اور اپنی پوری زندگی اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانے میں صرف کر دیئے، اس کے بدلہ میں قوم نے کہا ’’قَالُوا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ یٰنُوۡحُ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِیۡنَ‘‘ اے نوح اگر تم اپنی اس تبلیغ سے باز نہیں آؤ گے تو تم کو یقیناً پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا (شعراء۱۱۶) اور قوم نے ایسا ہی کیا، حضرت شعیب علیہ السلام کو اسلئے مصیبت میں مبتلا کیا گیا کیونکہ آپ اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلائے، اور ناپ تول میں کمی کرنے سے ان کو باز رکھتے تھے، قوم نے ان کی بھلائی پر کہا ’’لَنُخۡرِجَنَّكَ یٰشُعَیۡبُ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَكَ مِنۡ قَرۡیَتِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِیۡ مِلَّتِنَا‘‘ اے شعیب ہم تم کو اور تمہارے ہاتھ پر ایمان لانے والوں کو ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے یا پھر تم لوگ ہماری روش اور طریقہ کو قبول کر لو (الاعراف ۸۸) قوم کی طرف سے آزمائشوں کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت شعیبؑ اپنے وطن کو خیر باد کئے، ایمان کی بنیاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آزمایا گیا، فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپؑ پر ایمان لانے والوں کو خوب مصائب میں مبتلا کیا، جس کی تفصیل قرآن کریم کی آیتوں میں لکھی ہوئی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسلئے آگ میں ڈالا گیا کیونکہ آپ نمرود کی خدائی کے منکر ہو کر خدائے واحد کی توحید پر قائم رہے، پوری

قوم مخالف ہوگئی یہاں تک کہ بت پرست باپ کی طرف سے دھمکی آئی کہ ’’قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا‘‘ اے ابراہیم کیا تو مجھے اپنے معبودوں سے پھیرنا چاہتا ہے، اگر تو اس سے باز نہیں آیا تو میں تجھے پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا، اور ایک لمبے زمانے تک مجھ کو چھوڑ کر چلا جا (سورۂ مریم ۴۶) غرض یہ کہ ہر نبی کو آزمایا گیا اور ایمان والوں کو مصائب میں مبتلا کیا گیا، یہاں تک کہ خاتم الانبیاء سید الکونین محبوبِ رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آزمائشی دور سے گذارا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی اس حالت کو بیان کرتے ہیں ’’لَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ‘‘ مجھے اللہ کے راستہ میں اتنی تکلیف دی گئی کہ مجھ سے پہلے کسی کو اتنی تکلیف نہیں دی گئی ہے (ترمذی حدیث نمبر ۲۴۷۲) وہ کونسی آزمائش ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ میں نہ آئی ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے جس قدر اذیت کا سامنا کرنا پڑا وہ ناقابلِ بیان ہے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، مذاق اڑایا، آپ کو ساحر، مجنون اور دیوانہ کہا، اور آپ کو اپنے دین سے ہٹانا چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اعلانِ جنگ کیا، لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اور آپ کی دعوت کے خلاف بھڑکایا، اور دارِ ہجرت یعنی مدینہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مقیم ہو گئے تھے، آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگیں لڑیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمہ کرنے کے ناپاک منصوبے بنائے گئے، آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مٹانے کے لئے سر توڑ کوششیں کی گئی، اسی طرح انہوں نے مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن یہودیوں اور منافقوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُبھارا، سب نے اکٹھے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف چالیں چلیں اور منصوبے بنائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدے کیے اور توڑے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشرکوں کے ساتھ سازباز کی اور دھوکے اور مکاری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کی، ان تمام حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم رہے اور اپنے رب کی طرف پورے انہماک کے ساتھ متوجہ رہے۔ غرض یہ کہ آزمائش ہر ایک کی زندگی کا مقدر ہے اس حالت سے ہر ایک کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً گزرنا ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا: أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ- وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ'' کیا لوگ یہ سوچتے ہیں کہ وہ ایمان کی بات کہنے کی وجہ سے چھوڑ دیئے جائیں گے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا، یقیناً جو لوگ اُن سے پہلے گذر چکے ہیں ہم نے اُن کو بھی آزمایا تھا (اور ان کو بھی آزمائیں گے) سو اللہ ضرور معلوم کرے گا جو (اپنے ایمان میں) سچے ہیں اور اُن کو بھی جو جھوٹے ہیں (العنکبوت ۲۔۳) اسی طرح ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا 'لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتو الکتب من قبلکم ومن الذین اشرکو اذی کثیرا ان ذالك من عزم الامور' جسکا مفہوم یہ ہے کہ مال اور جانوں کے ساتھ تمہیں آزمایا جائیگا اور یہود و نصاری اسی طرح مشرکین تمہیں تکلیف دہ اذیت ناک باتیں سناتے

رہیں گے، تم صبر اور تقوی کا دامن تھامے رہو اسلئے کہ یہ دونوں بڑے ہمت کے کام ہیں (آل عمران ۱۸۶) اسی طرح ایک موقع پر فرمایا "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ" اور ہم تمھیں ضرور آزمائش میں مبتلا کریں گے کچھ خوف اور بھوک کے ذریعہ، مال واولاد اور رزق میں کمی کرنے کے ذریعہ اور اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔ (البقرة ۱۵۵) اسی طرح فرمایا "أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاء وَالضَّرَّاء وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيبٌ" کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے؛ حالاں کہ ابھی تک تمہارے پاس وہ حالات نہیں آئے، جو تم سے پہلے لوگوں کے پاس آئے: انھیں دشمن سے جنگ اور بیماری کی مصیبتیں اتنی پہنچیں کہ ان کی بنیادیں ہل گئیں؛ یہاں تک کہ وقت کے رسول اور ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؛ سنو اللہ کی مدد قریب ہے (البقرۃ ۲۱۴) ذخیرۂ احادیث میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشتر جگہ مسلمانوں کی آزمائش کے بارے میں بتلایا ہے اور محدثین نے اس طرح کی تمام حدیثوں کو اور قربِ قیامت پیش آنے والے تمام حالات کو اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے ان تمام احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آزمائش اور ابتلاء بہتری اور خوشخبری اور وعدۂ جنت کا ذریعہ ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ اللہ تعالی جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے مصیبت میں گرفتار کر دیتا ہے (بخاری، حدیث نمبر ۵۶۴۵) گویا کہ بندۂ مومن کا

مصیبت سے دو چار ہونا اس کے لئے نیک بختی ہے، محبتِ الٰہی کی علامت ہے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: "إذا أراد الله بعبده الخير عجل له العقوبة في الدنيا وإذا أراد الله بعبده الشر أمسك عنه بذنبه حتى يوافي به يوم القيامة'' اللہ تعالی جب اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں ہی دے دیتا ہے، اور جب اللہ تعالی اپنے بندے کے ساتھ عدمِ رحمت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے گناہ کی سزا روک لیتا ہے، اُس کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن دے گا، اور ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن عظم الجزاء مع عظم البلاء وأن الله اذا أحب قوما ابتلاهم فمن رضي فله الرضاء ومن سخط فله السخط" یعنی جتنی بڑی مصیبت ہوگی اُتنا ہی بڑا ثواب ملے گا، اور اللہ تعالی جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو اسے مصیبتوں میں ڈال دیتا ہے، جو شخص اس سے راضی ہوا اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر دیا تو اس کے لئے رضامندی ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضگی ہے (صحیح الجامع) پھر یہ کہ مومن کو اس بات کا بھی یقین رکھنا ہے کہ آزمائش میں ہونا مصائب میں گرفتار ہونا اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: يَا غُلَامُ وَاعْلَمْ أَنَّ الأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ' اے لڑکے! تم اس بات پر یقین کر لو کہ اگر پوری امت جمع ہو کر تجھے نفع پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے حق میں لکھ دیا ہے،

اور اگر پوری امت جمع ہو کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے حق میں لکھ دیا ہے (ترمذی حدیث نمبر ۲۵۱۶)

فرقہ پرست طاقتیں اپنی بالا دستی قائم کرنے کے لئے مکمل کوشش میں لگے ہوئے ہیں

حالیہ چند سالوں میں ہندوستان کے سیاسی اور معاشرتی حالات جس تیزی کے ساتھ بدل رہے ہیں اور فرقہ پرست طاقتیں اپنی بالا دستی قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں اور منصوبہ بند طریقہ پر جو ماحول مسلمانوں کے خلاف بنایا جارہا ہے، وہ کسی باشعور انسان سے پوشیدہ نہیں ہے، کبھی اسلامی تعلیمات کو زک پہونچانے کی ناپاک کوششیں کی جارہی ہیں تو کبھی صاحبِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی جاتی ہے، کبھی مساجد و مدارس کے خلاف بازار گرم کیا جاتا ہے تو کبھی قرآنِ مجید کے احکام میں مداخلت کی باتیں کی جاتی ہے، مسلمانوں کے پرسنل لاء کو ختم کرنے کی سازشیں رچی جارہی ہیں، اسلامی تہذیب و ثقافت سے میل نہ کھانے والی چیزوں کو مسلمانوں پر زبردستی تھوپا جارہا ہے، علماء اور حفاظ کے ساتھ توہین آمیز رویہ اِختیار کیا جارہا ہے، فرقہ پرست تنظیمیں اپنے نظریات کو تھوپنے کی مکمل کوششیں کر رہے ہیں، اور اسلام کے عائلی نظام کو عورتوں کے حق میں غیر منصفانہ اور ظالمانہ بتایا جارہا ہے، شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی آزادی سلب کی جارہی ہے، یہ وہ تلخ حقائق ہیں جو ایک طرف باشعور اور دلِ دردمند رکھنے والے مسلمان کو تڑپانے کے لئے کافی ہیں، اس سے نہ صرف مسلمانوں

میں مایوسی اور نا امیدی کی کیفیت پائی جارہی ہے بلکہ منصف اور حقیقت پسند برادرانِ وطن بھی فکر مند نظر آرہے ہیں، ان حالات میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اسلامی تعلیمات کے روشنی میں چند باتوں کا خاص خیال رکھنا ضروری ہیں۔

زندہ قوموں کی موت ذہنی وفکری تعطل سے ہوتی ہے

اس وقت مسلم قوم کو جن فوری اقدامات کی ضرورت ہے ان کی طرف اشارہ کرنے سے پہلے چند دائمی اصولوں کو نظر میں رکھنا ضروری ہے۔انسانی جسم کسی مرض یا وبا سے مرتے ہیں لیکن زندہ قوموں کی موت ذہنی وفکری تعطل سے ہوتی ہے، بیمار جسم کا علاج دواؤں سے ہوتا ہے جب کہ بیمار قوموں کا علاج حرکت وعمل کے علاوہ کچھ اور نہیں ہے۔دوسری قوموں کی پہچان ان کی نسل یا وطن سے ہوتی ہے جب کہ مسلم قوم کی پہچان اسلام ہے، دوسری قوموں کی ترقی فوجی برتری اور مادی وسائل پر منحصر ہے جب کہ اہل ِاسلام کی ترقی کا راز جد وجہد واجتہاد ہے، ایک کے ذریعہ مثبت تبدیلیوں کی راہ کھلتی ہے اور قوم حیاتِ تازہ پاتی ہے جب کہ دوسرا راستہ تحقیق وجستجو کا ہے جو اسلام کو ایک قابلِ عمل نظریہ اور حقیقت منتظر کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور خود مسلمانوں کو دوسروں کی ذہنی وفکری غلامی سے نجات دیتا ہے یہ بھی یاد رکھئے کہ دوسری قومیں محکومی وغلامی کے ساتھ سمجھوتہ کرکے جی سکتی ہیں مگر قومِ مسلم اس کے ساتھ ایک پل بھی باقی نہیں رہ سکتی کیونکہ اسلام کی روح اس کا اپنا نظریہ حیات ہے جو حریت فکر وعمل سے عبارت ہے اور یہ چیز غلاموں اور محکوموں کو حاصل نہیں ہوتی۔ دوسری قومیں یہودیوں کی طرح

مکر ومنافقت کو اپنے اخلاقی اصول کی بنیاد بنا کر اور اپنے اصل نسل پرستانہ فکر وفلسفہ چھپا کر دوسروں کو دھوکہ دے سکتی ہیں اور مکر وفریب کے سہارے صدیوں زندہ رہ سکتی ہیں لیکن اسلام میں اس منافقت کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قومِ مسلم کی بقاء اس کا نظریہ توحید ہے نہ کہ اس کا قومی ونسلی وجود۔ مسلمان خلافت ارضی کا وارث ہے اور وہ صرف اپنے اسی دینی وجود کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے چاہے اس کے لیے اسے کتنی ہی بڑی قربانیاں دینی پڑیں۔ ان حالات میں ہندی مسلمانوں کے لیے پیغام یہی ہے کہ وہ اپنی شناخت کے ساتھ ساتھ جد جہد واجتہاد کی صورت میں حرکت وعمل کا آغاز کریں ورنہ ان کا اصل وجود ان کے ظاہری وجود کے باوجود مٹ جائے گا جس کے بعد ان کا جینا مرنا یکساں ہو جائے گا۔

مستقبل کے لائحہ عمل کے بنیادی نکات

ان حالات میں فسطائی قوتوں کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہمارا بھی اپنا منصوبہ ہو، واقعات وحادثات کے بعد صرف ردِّعمل ظاہر کرنا اس مسئلے کا حل نہیں ہے مستقبل کے لائحہ عمل کو مکمل تیار کر کے کامل طور پر آگے بڑھنا ہی اس کی اصل قوت وطاقت ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا﴾

اللہ کی طرف رجوع ہونا یہ سب سے پہلی چیز ہے جو ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے، ہم دونوں جہان کے پروردگار کے ساتھ اپنا رشتہ استوار کریں، بندوں کے حقوق کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کریں، اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں اضافہ کریں؛ کیوں کہ ہر مشکل آسان کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے ''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اسْتَعِينُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِين'' اے ایمان والوں! صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ کی مدد چاہو، بے شک اللہ تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (البقرۃ ۱۵۳) گویا ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے؛ لہذا ہمیں زیادہ سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے لو لگانا چاہیے اور عبادتوں کا خوب اہتمام کرنا چاہیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ کہ قتل وغارت گری اور مشکل حالات کے وقت عبادت کرنا میری طرف ہجرت کرنے کی طرح ہے (یعنی ہجرت کے برابر ثواب ملتا ہے) (باب فضل العبادۃ فی الہرج حدیث نمبر/ ۲۹۴۸) مشکوۃ شریف میں بحوالہ شعب الایمان بیہقی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے: كما تكونون كذلك يؤ مر عليكم (مشکاۃ المصابیح/۳۶۶۴)، یعنی جیسے تمھارے اعمال بھلے یا برے ہوں گے ویسے ہی حکام اور امراء تم پر مسلط کئے جائیں گے، اگر تم نیک اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہوں گے تو تمہارے حکام وامراء بھی رحم دل، انصاف پسند ہوں گے، اور تم بد عمل ہوں گے تو تم پر حکام بھی بے رحم اور ظالم مسلط کر دیئے جائیں

گے، مشہور مقولہ اعمالکم عمالکم کا یہی مفہوم ہے۔

﴿امن پسند لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا﴾

دنیا میں اسلام کا آنا ایک تغیرِ عظیم ہے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے جو دین امن وسلامتی کا پیغام دیتا ہے اور یہ معاشرے میں رہنے والے تمام افراد کو، خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور رنگ ونسل سے ہو، جان و مال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت عطا کرتا ہے اللہ تعالیٰ امن پسند لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۸﴾ کہ اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو لڑتے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک بیشک اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو اس آیت میں ایسے کفار جنہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کیا اور ان کے گھروں سے نکالنے میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا ان کے ساتھ احسان کے معاملہ اور اچھے سلوک اور عدل انصاف کرنے کی ہدایت دی گئی ہے، عدل وانصاف تو ہر کافر کے ساتھ ضروری ہے، جس میں کافر ذمی کافر مصالح اور کافر حربی ودشمن سب برابر ہیں، بلکہ اسلام میں تو عدل وانصاف جانوروں کے ساتھ بھی واجب ہے کہ ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر نہ ڈالے اور ان کے چارے اور آرام کا مکمل خیال رکھیں، اس آیت میں اصل مقصود برّ واحسان کرنے کی ہدایت ہے۔

﴿مذہبی منافرت کو ختم کرنا﴾

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی تعلقات کیسے ہوں؟ یہ موجودہ دور کا ایک حساس اور انتہائی اہم موضوع ہے۔ آج دنیا کے تمام ممالک میں، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے بستے ہیں۔ ان کے درمیان سماجی، کاروباری اور دیگر تعلقات پائے جاتے ہیں۔ اسلام ان تعلقات کو کس نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے کیا حدود متعین کرتا ہے؟ اس سے مسلمان بھی واقف ہونا چاہتے ہیں اور غیر مسلموں کو بھی اس سے دلچسپی ہے۔ خاص طور سے ہندوستان کے پسِ منظر میں اس موضوع کو کافی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ اس لئے کہ فرقہ پرستوں نے اس سلسلے میں یہاں کے غیر مسلم عوام کے ذہنوں میں کافی غلط فہمیاں پیدا کردی ہیں۔ انہوں نے یہ پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کے علاوہ دوسروں کو موجبِ گردن زدنی قرار دیتا ہے اور اس میں مذہبی رواداری اور توسّع نہیں پایا جاتا۔ وہ مسلمانوں کو دوسروں سے الگ تھلگ رہنے کی تاکید کرتا ہے اور ان کو انفرادیت پسندی سکھاتا ہے۔ اس پسِ منظر میں ضرورت تھی کہ ان غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے، اسلام کی صحیح تعلیمات پیش کی جائیں اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان معاشرتی، معاشی اور سیاسی تعلقات پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی جائے اس لئے کہ ملک میں فرقہ پرست تنظیموں کے ذریعہ پھیلائی گئی مذہبی منافرت اِس وقت پورے عروج پر ہے، جس کے سبب دن بدن حالات سنگین اور نازک ہوتے جارہے ہیں، طرح کے طرح کی سنگین زہرافشانی

کر کے برادرانِ وطن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت کا ماحول بنایا جارہا ہے، جس ملک کی آزادی کے لیے ہمارے اسلاف نے اپنے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ دیا آج وہی ہمارا مقتل بنتا نظر آرہا ہے اور اسی سے ہمیں نکالنے کی سازش رچی جارہی ہے۔

جب پڑا وقت گلستاں پہ لہو ہم نے دیا
اب بہار آئی تو کہتے ہیں ترا کام نہیں

اقتدار بچانے کے لئے نفرت کی دکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی چلی ہے

اور گھبرانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس طرح کی نفرت کی دکان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی چلی ہے اور اس کو ہی سہارا بنا کر ابو جہل اور کئی سردرانِ مکہ اپنے اقتدار کو سنبھالنے کی مکمل کوشش کئے ہیں جیسا کہ ابو جہل کے وہ جملے جو اس نے دار الندوہ کی میٹنگ کے موقع پر ہر قبیلہ کے نوجوانوں کے سامنے کہا تھا: إن محمد يزعم انكم إن تابعتموه على أمره كنتم ملوك العرب والعجم، ثم بعثتم من بعد موتكم، فجعلت لكم جنان كجنان الأردن، وإن لم تفعلوا كان له فيكم ذبح، ثم بعثتم من بعد موتكم، ثم جعلت لكم نار تحرقون فيها (السيرة النبوية - ابن هشام الحميري - ج ۲ - الصفحة ۳۳۳) کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں کہ اگر تم ان کی بات مان لو تو عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے پھر موت کے بعد کی زندگی

بھی راحت وآرام کی ہوگی اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات نہیں مانو گے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو قتل کر دیں گے اور موت کے بعد کی زندگی تکلیف دہ ہوگی اس طرح کے جملہ استعمال کر کے ابوجہل اور دوسرے سرداران کفار کو ابھارتے تھے گویا اسلام کی اصل تصویر (امن وامان وشانتی کی) چھپا کر اسلام کی غلط تصویر بنا کر پیش کرتے تھے جس کی وجہ سے دوسرے لوگ اسلام سے اور مسلمانوں سے بے حد نفرت کرتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر طرح کی تکلیف دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے اس لئے اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے سامنے اسلام کی اصل تصویر پیش کرنے کی مکمل کوشش کیا کرتے تھے جیسا کہ فتحِ مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مکمل اظہار کر دیا ایک واقعہ قارئین کے سامنے بطورِ نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی اسلام سے ناواقف نہیں رہنا چاہئے

حضرت عبداللہ بن عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتحِ مکہ کے دن حارث بن ہشام اور عبداللہ بن ابی ربیعہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابی طالب کے پاس آئے۔ان دونوں نے ان سے پناہ مانگی اور یوں کہا ہم تمہاری پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو پناہ دے دی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب وہاں آئے ان کی نظر ان دونوں پر پڑی ۔وہ اپنی تلوار نکال کر ان پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹ پڑے تو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا (ان دونوں کو بچانے کے لئے) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئیں اور کہنے لگیں تمام لوگوں میں سے تم ہی میرے ساتھ ایسا کرنے لگے ہو۔ لَتَبْدَأَنَّ بِيْ قَبْلَهُمَا اگر تم نے مارنا ہی ہے تو

پہلے مجھے مارو۔ حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میرے ماں جائے بھائی حضرت علیؓ نے میرے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے کہ میرا بچنا مشکل ہو گیا تھا۔ میں نے اپنے دو مشرک دیوروں کو پناہ دی تھی۔ وہ تو قتل کرنے کے لئے ان پر جھپٹ پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا کَانَ ذٰلِكَ لَهٗ قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ وَآمَنَّا مَنْ آمَنْتِ ہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا جس کو تم نے پناہ دیا اسے ہم نے بھی پناہ دے دیا جسے تم نے امن دیا اسے ہم نے بھی امن دے دیا۔ حضرت ام ہانیؓ نے واپس آ کر ان دونوں کو ساری بات بتائی۔ وہ دونوں اپنے گھروں کو چلے گئے۔ لوگوں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا: اَلْحَارِثُ بْنُ هِشَامٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ رَبِيْعَةَ جَالِسَانِ فِيْ نَادِيْهِمَا مُتَنَضِّلَيْنِ فِي الْمُلَاءِ الْمُزَعْفَرَةِ کہ حارث بن ہشامؓ اور عبداللہ بن ابی ربیعہؓ تو زعفران والی چادریں پہنے ہوئے اپنی مجلس میں اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا سَبِيْلَ إِلَيْهِمَا قَدْ أَمَنَّاهُمَا کہ اب تم لوگ ان کا کچھ نہیں کر سکتے ہو کیونکہ ہم ان کو امن دے چکے ہیں۔ حضرت حارث بن ہشامؓ فرماتے ہیں کہ میں بہت دیر تک سوچتا رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مشرکین کی ہر لڑائی میں دیکھا ہے اب میں ان کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑا۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہو رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ بہت خندہ پیشانی سے پیش آئے اور رک گئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور کلمۂ شہادت پڑھ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَاكَ مَا كَانَ مِثْلُكَ يَجْهَلُ الْإِسْلَامَ. قَالَ الْحَارِثُ: فَوَاللّٰهِ! مَا

رَأَيْتُ مِثْلَ الْإِسْلَامِ جُهِلَ ک ہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تم کو ہدایت دی۔ تمہارے جیسے آدمی کو اسلام سے ناواقف نہیں رہنا چاہئے۔ حضرت حارث نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اسلام جیسے دین سے ناواقف نہیں رہنا چاہئے۔(أخرجه الحاکم ۳/۲۷۷)

﴿اسلام کی خوبیوں سے برادرانِ وطن کو واقف کرانا وقت کی اہم ضرورت ہے﴾

اس لئے موجودہ حالات میں اسلام کی خوبیوں سے برادرانِ وطن کو واقف کرانا بہت زیادہ ضروری ہے اس لئے کہ ایک مسلمان کی بحیثیتِ مسلمان نہایت اہم ذمہ داری ہے کہ برادرانِ وطن یعنی غیر مسلم بھائیوں کو اسلام کی خوبیوں سے واقف کرائیں، کیونکہ ہمارے ملک میں کئی مذاہب کے ماننے والے ہیں اس لئے اسلام کی تبلیغ اور اسلام کے پیغام کو پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں، اسلام کے تعارف کے لیے قدیم وجدید، عصری ومغربی تمام وسائل وآلات استعمال کیے جائیں، اور اسلام کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں اسے پیار اور محبت کے ساتھ دور کریں؛ تبھی اسلام کا صحیح تعارف برادرانِ وطن کے سامنے آئے گا، اور موجودہ حالات میں اس کام کی ضرورت و اہمیت زیادہ ہے، اسلئے کہ اللہ نے ہمیں اپنی مقدس کتاب میں خیر امت کہا ہے، جس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کا سفیر بنے، اور خدا سے بچھڑے ہوئے لوگوں کو خدا سے ملائے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا کہ ''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' تم بہترین امت ہو، تمہیں بھیجا گیا ہے، لوگوں کی بھلائی کے لیے، تم اچھی باتیں پھیلاتے ہو اور برائی کی

روک تھام کرتے ہو (آل عمران ۱۱۰)

برادرانِ وطن کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی طاقت، دعوت وشہادتِ حق ہے

گویا برادرانِ وطن کے سامنے اسلام کی اصل تصویر پیش کر کے دعوت اور شہادتِ حق کا عملی نمونہ پیش کریں اس لئے کہ یہ امت ''خیر امت'' اسی شرط پر بنائی گئی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی منصبی ذمہ داری ادا کرتی رہے گی۔ جس طرح خیرِ امت ہونے کے لئے یقین کا دلوں میں جاگزیں ہونا اس امت کی قوت کا راز ہے اسی طرح اس مفوضہ ذمہ داری کی ادائیگی اس کے غلبہ وعروج کی کنجی ہے اور اس کے تحفظ ودفاع کی ضمانت بھی اس کے بغیر موجودہ مظالم سے کبھی نجات حاصل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ برادرانِ وطن کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی طاقت، دعوت وشہادتِ حق کے علاوہ کسی اور ذریعے سے نہیں مل سکتی۔ جس نے اول روز سے اسے اپنے منصوبے کا حصہ بنایا ہے، اگر اس کے ذریعہ یہ تھوڑا بہت کام بھی نہ ہوتا تو شاید ہمارا حال مزید ابتر ہوتا۔ کورونا نامی وباء کے دوران ضرورت مندوں اور بے یار ومدد گار مزدوروں کی خدمت کر کے اس امتِ مسلمہ نے ملک میں جو پہچان قائم کی ہے اور شہریوں کے دلوں میں جو جگہ بنائی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر ہم اپنے اخلاق وعمل سے شہادت کا حق ادا کرتے رہیں گے اور باکردار مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے رہیں گے تو ان شاء اللہ حالات بدلنے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ یہی اسلام کی عملی شہادت ہے۔

مسلمان اور عیسائیوں میں فرق

علامہ سیّد رشید رضا مصری مرحوم لکھتے ہیں کہ طرابلسِ شام میں عیسائیوں کے ایک مقتدر

رہنما اسکندر آکا متفلیس تھے، وہ وہاں روس اور جرمنی دونوں کے قونصل کی حیثیت سے کام کررہے تھے۔ میں اسوقت تعلیم حاصل کررہا تھا اور اپنے والد کے ایک کام سے ان کے پاس گیا تھا، اس موقع پر دورانِ گفتگو میں انہوں نے اسلام اور عیسائیت کے تقابل کے سلسلے میں ایک ایسی بات کہی جس کو میں کبھی بھول نہیں سکتا۔ وہ کہنے لگے: اسلام کی خوبیاں پہاڑوں کی طرح عظیم پایہ بلند مرتبہ اور مستحکم ہیں لیکن تم لوگوں نے انہیں اس طرح دفن کررکھا ہے کہ نہ وہ کسی کو نظر آتی ہیں نہ انکا پتہ چلتا ہے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے پاس اپنے دینِ عیسائیت کی خوبیاں نہایت تھوڑی اور وہ بھی مدّھم ہیں لیکن ہم نے انہیں میسیحیت کے فضائل کے نام سے پھیلا پھیلا کر دنیا بھر دی ہے۔(الوحی المحمدی سید رشید رضا/ص ۷۰ امطبعۃ المنار مصر ۱۳۵۴ھ)

﴿بنیادی طور پر اپنے دل سے ڈر نکالے﴾

دعوت وشہادتِ حق کے لئے بنیادی چیز اپنے اندر سے ڈر نکالنا ہے اس لئے کہ کامیاب زندگی گزارنے کیلیۓ اپنے اندر سے ڈر اور تفکرات کو نکالنا بہت ضروری ہے ہر وہ شخص جو کسی خوف کو اپنے دِل و دماغ میں لیے پھرتا ہے، وہ اپنی معمولی مشکلات کو بھی بہت بڑی بنالیتا ہے خوش حال مطمئن اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے اپنے اندر کے غیر ضروری خوف اور ڈر نکالنا بہت ضروری ہے۔ یہ یادرکھیں کہ یہ تمام خوف آپ کی فطرت کا لازمی حصہ نہیں ہیں بلکہ یہ آپ کے دِل میں ڈالے گئے ہیں اور آپ اگر تھوڑی سی ہمت کا مظاہرہ کریں تو ان سب پر قابو پاسکتے ہیں۔ اس خطرناک چنگل سے بچنے کے لیے ایک بہترین ہتھیار اللہ پر توکل ہے۔ جب انسان اپنی تمام فکروں، اندیشوں اور

خوف کو رب کے آگے رکھ دیتا ہے اور اپنے دِل میں صرف اس کی محبت اور توکل کو جگہ دے دیتا ہے تو پھر اس کی دنیا بھی بہترین ہو جاتی ہے اور آخرت بھی۔

﴿ہر قوم کی تعمیر میں تاریخ کا ایک اہم رول ہے﴾

ہر قوم کی تعمیر میں اس کی تاریخ ایک اہم حصہ لیتی ہے، تاریخ ایک آئینہ ہے جس کو سامنے رکھ کر قومیں اپنے ماضی وحال کا موازنہ کرتی ہیں اور یہی ماضی اور حال کا موازنہ ان کے مستقبل کا راستہ تیار کرتا رہتا ہے ماضی کی یاد مستقبل کی امنگوں میں تبدیل ہو کر ایک قوم کے لیے ترقی کا زینہ بن سکتی ہے اور ماضی کے روشن زمانے پر بے علمی کے نقاب ڈالنے والی قوم کے لئے مستقبل کے راستے بھی تاریک ہو جاتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مسلم قوم جس نے دنیا کو ترقی اور عروج کا سبق پڑھایا آج انحطاط کا شکار ہے جس قوم نے علم وحکمت کے دریا بہا دیئے آج ایک ایک قطرے کے لئے دوسرے اقوام کی محتاج ہے۔ وہی قوم جو دنیا کی عظیم طاقت بن کر اُبھری تھی آج ظالم اور سفاک طاقتوں کے سامنے بے بس نظر آ رہی ہے۔ اس کے کئی وجوہات ہیں جن میں سے ایک امتِ مسلمہ کا اپنی روشن تاریخ سے غفلت اور ناواقفیت ہے اس کا فائدہ اٹھا کر بعض غیر محتاط اور متعصب مؤرخین نے اسلامی تاریخ کو اس طرح بگاڑا ہے کہ آج کی نئی نسل اپنے اسلاف سے بدظن ہو چکی ہے اور ان کی روشن تاریخ کو اپنے ہی منھ سے سیاہ قرار دینے لگی ہے۔ کوئی بھی قوم اس وقت تک اپنی اصلاح نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے اسلاف کی تاریخ اور ان کی خدمات کو محفوظ نہ رکھے کیوں کہ ہمارے اسلاف کی تاریخ ہمارے

دل ودماغ میں ایک بابرکت جوش پیدا کردیتی ہے کہ جس کے ذریعہ ہمارے حوصلے بلند ہوجاتے ہیں اور استقامت کے ساتھ راہِ حق پر چلنا نصیب ہوتا ہے بنی اسرائیل کیسی عظیم الشان قوم تھی کہ اپنے بارے میں خود کہا کرتی تھی نحن أبناء الله وأحباء (سورۃ المائدہ آیت ۱۸) کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں لیکن جب وہ اپنے بزرگوں کے حالات سے بے خبر ہو گئے تو راہِ حق سے ہٹ گئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یبنی إسرائیل اذکروا (سورۃ البقرۃ آیت ۲۰) الفاظ سے بار بار ان کو مخاطب فرمایا اور ان کو ان کے بزرگوں کے حالات کو یاد دلایا ہے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو عبرت حاصل کرنے کے لئے کلام پاک میں جا بجا پچھلی امتوں کے حالات یاد دلائے ہیں کہ فلاں قوم نے اپنی بداعمالیوں کے کیسے نتائج دیکھے اور فلاں قوم اپنے اعمالِ حسنہ کی بدولت کیسی کامیاب ہوئی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے سامنے بھی پچھلی قوموں کا تذکرہ کر کے تسلی دیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ پچھلی قوموں کا تذکرہ کرنے سے مؤمنین کو فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے نتلو عليك من نبا موسى وفرعون بالحق يقوم يؤمنون (سورۃ القصص آیت) کہ ہم ایمان والے لوگوں کے فائدے کے لئے تمہیں موسیٰ اور فرعون کے کچھ حالات ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں سورۂ قصص میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ کا قصہ پہلے اجمال کے ساتھ پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے نصف سورت تک موسیٰ کا قصہ فرعون کے ساتھ اور آخر سورت میں موسیٰ کا قصہ قارون کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے صاحبِ تفسیر المظہری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پچھلے قوموں کے احوال و واقعات مؤمنین کے سامنے ذکر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ

ہے کہ فانھم ھم المنتفعون (تفسیر المظھری ج ۶، ص۱۵۰) مؤمنین ہی کو اس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاءؑ نے جب بھی کسی قوم کو ہلاکت سے بچانے اور عزت وسعادت سے ہمکنار بنانے کی کوشش فرمائی ہے تو اس قوم کو ماضی کی تاریخ یاد دلایا ہے۔

﴿مدارس ومکاتب اور اسلامک اسکولس قائم کرنا﴾

ہندوستان کے تناظر میں آج ہم جن حالات سے دو چار ہیں ان کے اسباب وعلل پر غور کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ماضی سے ہمارا رشتہ ٹوٹ گیا ہے اور ہم نے اپنے اسباق کو فراموش کر دیا ہے آج ہمارا دشمن ہمارے ملی وجود اور تہذیبی خصوصیات کو چن چن کر ختم کرنے پر تلا ہوا ہے، اگر آج اسلام اپنی تمام خصوصیات وامتیازات کے ساتھ نظر آرہا ہے، تو وہ انھیں مدارسِ عربیہ کا احسان ہے، شہر شہر، گلی گلی، قریہ قریہ، چھوٹی بڑی، کچی پکی جو مساجد آباد نظر آرہی ہیں، مختلف تحریکوں کی شکل میں مسلمانوں کی اخلاقی واعتمادی اور معاشی اصلاح کا جو جال ہر سمت بچھا ہوا ہے، یا کسی بھی جگہ دین کا شعلہ یا اس کی تھوڑی سی رمق اور چنگاری سلگتی ہوئی نظر آرہی ہے وہ انھیں مدارس ومکاتب کا فیضِ اثر ہے اس لئے ہماری مکمل یہ کوشش ہونا ہے کہ ہمارے قوم کے ہر فرد کا تعلق کسی بھی طرح سے اپنے اپنے علاقہ کے مدرسہ اور مکتب سے ہو، اور ہماری قوم کے اکثر بچے اسکولوں کے ذریعے پروان چڑھ رہے ہیں جس ماحول میں یہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے افسوس ناک بات یہ ہے کہ ہمارے وطنِ عزیز میں

تعلیمی نظام عملی وفکری طور پر اتنا ناپاک ہو چکا ہے کہ ان اسکولوں میں رہ کر ایمان و دین کی حفاظت بھی خطرے میں پڑ گئی ہے اور دین سکھانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لیے اس قوم کی نئی نسل کو مسلمان رکھنا اب ایک مستقل مسئلہ بن گیا ہے اس واسطے اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری قوم محلہ محلہ، قریہ قریہ، شہر شہر میں پورا زور اسلامی اسکولس قائم کرنے پر لگائے اور اسلامی اسکولس قائم کریں جہاں انگریزی زبان کو بھی مسلمان بنا کر اور عصری علوم وفنون کو مشرف بہ اسلام کر کے پڑھایا جا رہا ہو۔

﴿فتنوں سے بچنے کے لئے امت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشن گوئیوں سے آگاہ کرنا﴾

یہ بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ امتِ مسلمہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشن گوئیوں سے آگاہ کرے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آنے والے فتنوں کو رات کی تاریکی سے تشبیہ دی ہے، جس میں نہ تو چاند اور نہ ہی ستاروں کی روشنی۔ بلکہ ہدایت کے روشن چراغ اور اندھیری رات میں راستہ دکھانے والے ستارے اسی وقت کام دیتے ہیں، جب عقول حیران اور دماغ چکرا جاتا ہے۔ اور لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان جیسے حالات کے بارے میں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی رہنمائی موجود ہے، چنانچہ اس نکتے کی وضاحت ایک دوسری حدیث میں فرمائی ہے: تَرَوْنَ أُمُوْرًا يَتَفَاقَمُ شَأْنُهَا فِي أَنْفُسِكُمْ، وَتَسَاأَلُوْنَ بَيْنَكُمْ هَلْ كَانَ نَبِيُّكُمْ ذَكَرَ لَكُمْ مِّنْهَا ذِكْرًا) [مسند احمد رقم: ۲۰۴۴۴] تم بڑے بڑے امور دیکھو گے، جن کی ہیبت وعظمت تمہارے دلوں میں زیادہ ہو

گی اور جن کے بارے میں تم ایک دوسرے سے پوچھو گے کہ کیا ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث موجود ہے؟ فتنوں کی ہیبت، ان کی عظمت اور نہایت سنجیدہ صورتِ حال کے پیشِ نظر اسلام پر باقی رہنا نہایت دشوار ہو جائے گا اور اسلام کے چھوڑنے میں ایک دن کا فاصلہ بھی نہیں رہے گا، بلکہ صبح کو مؤمن اور شام کو کافر ہو جائے گا، چنانچہ حدیث میں فرمایا: بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَّيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِيْنَهُ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا) [صحیح مسلم: ۱۱۸] چنانچہ آنے والے ان فتنوں سے وہی شخص بچ سکتا ہے، جس کو پہلے سے ان فتنوں کے بارے میں علم ہو، جیسا کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: هٰذِهٖ فِتَنٌ قَدْ أَظَلَّتْ كَجِبَاهِ الْبَقَرِ، يَهْلِكُ فِيهَا أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْرِفُهَا قَبْلَ ذٰلِكَ یہ آنے والے فتنے تم کو سائباں کی طرح ڈھانپے گی اور ان فتنوں کا آنا گائے کے سروں کی طرح ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہو گا، جس میں اکثر لوگ ہلاک ہوں گے، صرف وہی لوگ ان فتنوں سے بچیں گے، جو ان فتنوں کو پہلے سے جانتے ہوں گے۔ [نعیم بن حماد رقم: ۵] اسی وجہ سے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نیکی کے امور سے زیادہ شرور اور فتنے کی باتیں پوچھتے رہتے تھے، چنانچہ فرمایا: (كان الناس يسألون رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن الخير، وكنت أسأله عن الشر مخافة أن يدركني) لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیر اور اچھے افعال کے کرنے کے بارے میں پوچھتے تھے اور میں شرور وفتنوں کے بارے میں پوچھتا تھا، اس ڈر کے وجہ سے، کہ کہیں یہ فتنے مجھے لاحق نہ ہو اور میں ان

فتنوں میں نہ پڑ جاؤں۔ [صحیح بخاری، رقم: ۳۲۰۲] واضح رہے کہ حضراتِ صحابہ کرام ؓ کو ان فتنوں میں واقع ہونے سے اتنا ڈر تھا، جن حضراتِ صحابہ کرام ؓ کے قلوب کے بارے میں حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: هم الأبر قلوباً والأعمق علماً والأقل تكلفاً کہ نیکی کے اعتبار سے صحابہ کرام ؓ کے دل زیادہ خیر کی طرف مائل اور علم کے اعتبار سے ان کے قلوب زیادہ عمیق اور گہرے، جب کہ معاشرت اور رہائش کے اعتبار سے سب سے کم تکلف برتنے والے تھے۔ تو وحی کے زمانے سے دوری کی وجہ سے دورِ حاضر کے فتنوں میں گری انسانیت کے لیے ان فتنوں کو جاننا کتنا ضروری ہوگا، جب وہ مبارک ہستیاں فتنوں کے آنے سے پہلے فتنوں سے متعلق احادیث کے زیادہ محتاج اور ان کی طرف راغب اور فتنوں سے کوسوں دور بھاگنے والے تھے، حالانکہ اس زمانے میں وہ فتنے ابھی تک واقع بھی نہیں ہوئے تھے، تو ہم اپنے حالات کے اعتبار سے ان فتنوں سے بچاؤ مہم کی طرف زیادہ ضرورت مند ہیں تا کہ خود بھی ان موجود فتنوں سے اجتناب کریں اور آنے والے ادوار میں بھی ان فتنوں سے بچنے کے لیے آگاہ رہیں۔ اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: ومن يتحر الخير يعطه، ومن يتوق الشر يوقه جو شخص خیر کے اعمال اور نیکی کے افعال کو تلاش کرتا رہتا ہے، تو اس کو وہ دیئے جاتے ہیں اور جو شخص شر کے افعال سے بچنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو شر اور فتنوں سے دور رکھتا ہے۔ (تاریخ بغداد للخطیب، وصححه الالبانی در قم: ۳۴۴)

﴿ اللہ کی رحمت غیر شرعی اختلاف سے بچنے والوں پر ہے ﴾

آج ملک بھر میں بلکہ دنیا بھر میں مسلمانوں میں عدمِ اتحاد کے سبب جو حالات پیش

آرہے ہیں وہ ہم سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں، اتحاد نہ ہونے کے سبب آج مذہبِ اسلام کے ماننے والوں کو تشدد، تنقید کا نشانہ بنایا جارہا ہے اس کی وجہ یہ ہیکہ ہم مسلمان تو ضرور ہیں، مگر اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ، عمل سے دور ہو گئے ہیں، ہماری صفوں میں اتحاد باقی نہیں رہا، دنیا کی محبت ہمارے دلوں میں رس بس گئی ہے، کیا وجہ تھی کہ اسلام کے جیالوں نے دنیا کے بیشتر ممالک پر حکمرانی کی ہے عدل وانصاف کا عملی نمونہ پیش کیا، مگر آج کے دور میں ہر زبان یہ کہہ رہی ہے کہ ہماری صفوں میں اتحاد پیدا کریں، مگر کوئی اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں، آگے بڑھنے تیار نہیں تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ قوموں کے عروج وزوال، اقبال مندی وسربلندی، ترقی وتنزلی، خوشحالی و فارغ البالی اور بدحالی کے تقدم وتخلف میں اتحاد واتفاق، باہمی اخوت و ہمدردی اور آپسی اختلاف وانتشار، تفرقہ بازی، اور باہمی نفرت وعداوت کلیدی رول ادا کرتا ہے آپسی اختلاف وانتشار اور تفرقہ بازی ہی وہ بیماری ہے جس نے آج مسلمانوں کو مفلوج کر رکھا ہے اور جس کی وجہ سے آج اغیار ہم پر غالب ہوتے جارہے ہیں۔ ہمیں اپنے اسلاف سے اتحاد اتفاق اور باہمی یکجہتی کی جو میراث ملی تھی ہم نے اسے پسِ پشت ڈال دیا ہے اور اس کے بر عکس آج دوسری قومیں متحد ومتفق ہو کر اپنے جائز وناجائز مقاصد کے حصول میں کوشاں نظر آرہی ہیں۔ کسی شاعر نے کہا۔

گنواں دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

اللہ تعالیٰ نے اختلاف اور باہمی انتشار و بدامنی کی مذمت کرتے ہوئے اسے بدترین

عذاب قرار دیا ہے قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم و من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم بأس بعض (انعام ۶۵) بتا دیجئے کی اللہ قادر ہے کہ وہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے، تم پر کوئی عذاب مسلط کردے یا تمہیں فرقہ فرقہ بنا کر ایک فرقے کو دوسرے سے لڑائی کا مزا چکھا دے۔ ابن اثیر نے کہا کہ شیعا سے مراد امتِ اسلامیہ کا تفرقہ پھیلانا ہے (النھایہ فی غریب الحدیث ج ۲ ص ۵۲۰) اللہ رب العالمین نے پیغمبروں کو ایسے لوگوں سے لاتعلقی کا حکم دیا جو آپس میں اختلاف ایجاد کرتے ہیں اور اس پر اصرار بھی کرتے ہیں ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شئی (انعام ۱۵۹) جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فرقے بن گئے، ان سے آپ کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

اللہ نے آپسی اختلاف وانتشار اور فخر وغرور کو مشرکوں کا شیوہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقو ادینھم وکانوا شیعا (روم ۳۱) اور ان مشرکوں میں سے نہ ہوجانا جنہوں نے اپنا دین الگ کرلیا اور گروہوں میں بٹ گئے۔ جب انسان اتحاد واتفاق کو طاقِ نسیاں میں رکھ کر گروہوں اور ٹولیوں میں بٹ جاتا ہے، تو ان کا انجام کیا ہوتا اور کس طرح سے انہیں اس کا نتیجہ ملتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا ولا تنازعوا فتفشلوا و تذھب ریحکم (انفال ۴۶) اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم لوگ بزدل ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائیگی۔ مزید فرمایا ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء ھم البینات واولئک لھم عذاب علیم (ال عمران ۱۰۵) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو فرقے میں بٹ گئے اور

روشن دلائل آ جانے کے بعد آپس میں اختلاف کرنے لگے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے سورہ ہود کی ایک آیت میں یہ مضمون اور بھی زیادہ وضاحت سے آیا ہے ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربك (هود)"یعنی لوگ ہمیشہ آپس میں اختلاف ہی کرتے رہیں گے بجز ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی"۔اس سے واضح ہوا کہ جو لوگ آپس میں (بلا وجہ شرعی) اختلاف کرتے ہیں وہ رحمت خداوندی سے محروم یا بعید ہیں (معارف لقرآن)

پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے اہلِ ایمان کے درمیان اتحاد واتفاق کو باقی رکھنے کے لئے متعدد فرامین وارد ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تری المؤمنین فی تراحمھم و توادھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی له سائر جسد ہ بالسھر و الحمیٰ"(صحیح البخاری/٦٠١١) مؤمنوں کی مثال ایک دوسرے سے رحم کرنے، ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنے میں ایک جسم کے مانند ہے جب ان میں سے کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو پورا جسم اس کے لئے درد اور بخار کے ساتھ رات جگائی کرتا ہے۔اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا "المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضه بعضا" (أخرجه البخاری/٦٠٢٦ ومسلم/٢٥٨٥) ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لئے عمارت کے مانند ہے جس کا بعض بعض سے تقویت حاصل کرتا ہے۔آج پوری دنیا کے مسلمانوں کی حالت زار اس بات کا تقاضہ کر رہی ہے کہ تمام مسلمان خصوصًا اور وارثینِ انبیاء علیہ السلام اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کی دعوت دینے اور اس کے فضائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ عملی پروگرام اور لائحہ عمل بھی

بنائیں۔آج امتِ اسلامیہ کا ایک عظیم المیہ یہ ہے کہ وہ ایک اللہ ایک رسول اور ایک قرآن کے حامل ہونے کے باوجود افتراق و انتشار کے شکار ہیں۔

سات صندوقوں میں بھر کر دفن کر دو نفرتیں

آج انساں کو محبت کی ضرورت ہے بہت

﴿فرقہ پرستی کے خلاف اجتماعی جدوجہد کرنا﴾

مذکورہ تمام کاموں کے ساتھ ایک اہم کام فرقہ پرست نظریہ کے خلاف اجتماعی جدوجہد اور کوشش کرنا ہے، یہ ایسا کام ہے کہ جس کے مقابلہ کے لئے عوام درکنار بعض اہلِ علم حضرات بھی سنجیدہ نہیں ہیں، اگر کبھی اس طرح کا خیال دل میں آجائے تو وقت اور حالات کے تقاضے کو بالائے طاق رکھ کر، مصلحت اور حکمت کا خوشنما عنوان لگا کر اس کام سے غفلت اور لاپرواہی برتی جاتی ہے، اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کام امت کے بڑے بڑے علماء اور بڑی جماعتوں کا کام ہے، یا یہ سوچ کر اس کام سے دامن جھاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ مسئلہ فلاں فلاں ریاست کا ہے ابھی تو ہماری ریاست میں سیکولر حکومت اور سیکولر سیاسی جماعتیں ہیں، ہمارے ریاست میں ایسے قائدین ہیں جن کی وجہ سے اس طرح کے حالات یہاں کبھی جنم نہیں لے سکتیں، یہ خیال محض ایک خیال ہے ''ایں خیال است و محال است وجنوں'' کیونکہ وقت اور حالات ایک طرح کے نہیں ہوتے، یہ ضروری نہیں کہ اب حالات بہتر ہو تو ہمیشہ ہی بہتر رہے، کیونکہ فرقہ پرستی اپنی جڑیں مضبوط کر چکی ہے، فرقہ پرست تنظیموں کی نظریہ کے حامل افراد ہندوستان کی تمام

ریاستوں میں بڑھتے جارہے ہیں، اس لئے بڑی ناعاقبت اندیشی ہوگی کہ ایک بیماری جس کے پھیلنے کا یقین ہے پھر بھی اس کو ختم کرنے یا کم از کم اس کو مزید پھیلنے سے روکنے کے لئے کوئی تدبیر نہ کی جائے ، وقت اور حالات یہ بتلا رہے ہیں کہ ہمارے ملکِ عزیز کے امن وسلامتی کی چادر کو تار تار کرنے اور آپسی بھائی چارگی و یکجہتی کی فضاء کو مکدر کرنے کی ناپاک منصوبے تیار کئے جارہے ہیں، ایسے حالات میں ملک کا ہر باشعور انسان اور سلامتیٔ فکر رکھنے والا ہر شہری چاہے وہ کسی بھی مذہب کو ماننے والا ہو اُن فرقہ پرست تنظیموں کے ناپاک منصوبوں کو ختم کرنے کی مکمل کوشش کریں اور آنے والی نسلوں کی جان و مال کی حفاظت کی فکر کریں، فرقہ پرست افراد اور نظریہ کے خلاف متحدہ کوشش کریں، اور ملک میں امن و امان قائم کرنے والی جماعتوں اور تنظیموں کا ساتھ دیں، ورنہ ہماری یہ بے حسی ہماری ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایسے حالات میں امتِ مسلمہ کا لائحہ عمل یہ ہو کہ صرف قرآن و احادیث کو اپنا مشعلِ راہ بنائیں، سلف و صالحین کو اپنا آئیڈیل بنائیں اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے ساتھ تمسک اختیار کریں۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ہرگز نہ ڈریں۔ دین پر ڈٹے رہیں اور صبر کریں ان شاء اللہ شریعت کے احکامات پر عمل پیرا ہونے میں خیرِ کثیر اور برکتیں ہیں۔

ختم شد

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم